انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (الحدیث)

لا نبی بعدی ز احسانِ خدا است
پردہ ناموسِ دینِ مصطفیٰ ﷺ است

فدایانِ ختمِ نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

العاقب

لاہور

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ
اپریل 2009ء

زیرِ سرپرستی: حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی

بیاد

امام المجاہدین: حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی
مجاہد تحریک آزادی: حضرت مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی
مجاہد اعظم: حضرت مولانا سید کفایت علی کافی
عارف کامل: حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری
سیف بے نیام: حضرت مولانا فضل احمد لدھیانوی
مجدد دین و ملت: حضرت مولانا امام احمد رضا خان بریلوی
قاطع مرزائیت: حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی
زبدۃ الاصفیاء: حضرت خواجہ محمد سلطان عالم نقشبندی
امیر ملت: حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری
شیخ الاسلام: حضرت علامہ انوار اللہ خان چشتی
مجاہد اسلام: حضرت علامہ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی
سحبان زمان: حضرت علامہ محمد حسن فیضی
مناظر اسلام: حضرت مولانا نواب الدین رمداسی
محدث اعظم پاکستان: حضرت مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری
مجاہد ختم نبوت: حضرت مولانا پروفیسر محمد الیاس برنی
فاتح مرزائیت: حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر
قائد تحریک ختم نبوت: حضرت مولانا ابو الحسنات قادری
حافظ الحدیث: حضرت مولانا پیر سید جلال الدین شاہ
شاعر مشرق: حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال
عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت غازی علم الدین شہید
قائد تحریک پاکستان: حضرت مولانا شاہ عبد الحامد قادری بدایونی
قائد اہل سنت: حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی
غزالی زمان: حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی
مجاہد ملت: حضرت مولانا عبد الستار خان نیازی
شارح بخاری: حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی
مفتی اعظم پاکستان: حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی
غازی اسلام: حضرت مولانا سید خلیل احمد قادری
مجاہد تحریک ختم نبوت: حضرت مولانا صوفی ایاز خان نیازی
سرمایہ ملت: حضرت غازی عامر چیمہ شہید
مجاہد اہل سنت: حضرت مولانا مفتی محمد امین قادری

فدایانِ ختمِ نبوت پاکستان کا ترجمان

العاقب لاہور

جلد 2
شمارہ 4

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ
اپریل 2009ء

نگران

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ
خادم حسین رضوی

خطیب پاکستان حضرت مولانا حافظ
خان محمد قادری

مدیر

محمد وحید نور

مجلسِ منتظمہ

ظہیر عباس
حافظ محمد فرحان

قیمت 20 روپے
سالانہ 240 روپے

فہرست

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

بالآخر منصفِ اعلیٰ کو بھی انصاف مل گیا

16 مارچ 2009، پاکستانی تاریخ میں یادگار حیثیت اختیار کر گیا ہے جب ملک کی سب سے بڑی عدالت (سپریم کورٹ) کے سب سے بڑے جج (چیف جسٹس) دوسری مرتبہ اپنے عہدے پر بحال ہوئے۔ 9 مارچ 2007ء کو شروع کیے گئے اس جرنیلی کھیل میں بالآخر انصاف کی فتح ہوئی۔

9 مارچ 2007ء کو چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری کو فوجی ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے کام کرنے سے روک دیا تھا۔ چیف جسٹس کا قصور یہ تھا کہ وہ تواتر سے ایسے کیس سماعت کر رہے تھے جو امریکی غلام حکمرانوں کو ہضم نہیں ہوتے تھے۔ ان میں سرفہرست سٹیل ملز کی اونے پونے داموں نجکاری اور لاپتہ افراد کے کیس ہیں۔ لاپتہ افراد کے کسی میں تو خفیہ ایجنسیوں کی اعلیٰ قیادت کو بھی عدالت عالیہ کے چکر لگانے پڑ رہے تھے اور ان افراد کو امریکہ کے ہاتھوں بیچنے والے اس عمل سے سخت خوف اور پریشانی میں مبتلا تھے۔ چنانچہ روز روز کی اس پریشانی سے بچنے کے لیے چیف جسٹس کو ہی راستے سے ہٹانے کی کوشش کی گئی اور بے سروپا الزامات کا ایک انبار ان کی جانب منسوب کر کے معاملہ سپریم کوٹ کے لارجر بنچ کے سپرد کر دیا گیا۔ لارجر بنچ نے اکثریت کی بنیاد پر تمام الزامات کو مسترد کر دیا اور چیف جسٹس کو بحال کر دیا۔

3 نومبر 2007ء کو پرویز مشرف نے وردی میں صدارتی انتخاب لڑنے کے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے سے قبل ہی ملک بھر میں ایمرجنسی نافذ کر دی اور ایک مرتبہ پھر عدلیہ پر شب خون مارتے ہوئے 60 کے قریب ججوں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا۔ پرویز مشرف کے اس اقدام کو معاشرے کے تمام طبقات نے سخت تنقید کا نشانہ بنایا لیکن وکلاء اس میدان میں سرفہرست رہے۔

وکلاء نے ملک بھر میں پرویز مشرف کے اس غیر قانونی فعل پر زبردست احتجاج کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے عدلیہ بحالی کی اس تحریک میں زندگی کے تمام طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد بھی شامل ہو گئے۔ اس تحریک کو اس وقت زبردست پزیرائی اور عوامی حمایت ملی جب میڈیا مکمل قوت سے اس تحریک میں شامل ہو گیا۔ گویا ایک جج کا انکار دیگر ساٹھ ججوں کے انکار کی وجہ بنا اور چار، پانچ وکیل رہنماؤں کی جرأت و ہمت اور آواز پوری قوم کی آواز بن گئی۔

مٹھی بھر لوگوں سے شروع کی جانے والی یہ جدوجہد جب بھرپور عوامی ریلہ بنی تو پرویز مشرف جیسے نخوت و تکبر سے مدہوش صدر کا اقتدار بھی غائب ہو گیا۔ پھر اقتدار کے سنگاسنگ پر ایسی حادثاتی قیادت براجمان ہوئی جس کے ماضی کو دیکھتے ہوئے ہر شخص حیران و پریشان تھا۔ لیکن اس کے باوجود عوامی مطالبہ وہی تھا کہ ''عدلیہ کو بحال کرو''۔

موجودہ حکمران سابقہ حکمران ''پرویز مشرف'' کا انجام دیکھ چکے تھے چنانچہ انہوں نے ایک ''نائیک فارمولا'' تجویز کیا جسے موجودہ چیئرمین سینٹ (سابق وزیر قانون) جناب فاروق حمید نائیک نے پیش کیا۔ اس فارمولے کے تحت گو کہ حکمرانوں کا مقصد تو پورا ہو گیا کہ آٹھ، دس ججوں کے علاوہ تمام جج واپس عدالتوں میں آ گئے لیکن عوام کا مطالبہ وہی رہا کہ ''عدلیہ کو بحال کرو'' بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا جب چیف جسٹس آف پاکستان کی بحالی کو عدلیہ کی بحالی تصور کیا جانے لگا اور پھر عوام میں یہ مطالبہ زور پکڑنے لگا کہ چیف جسٹس کو بحال کرو۔

ہمارے صدر صاحب کے لیے چیف جسٹس ایسی ہڈی بن گئے تھے کہ وہ اگل سکتے تھے نہ ہی

نگل سکتے تھے۔ دو مرتبہ تو صدر محترم بحالی کے معاہدے اور طریقہ کار طے کر کے بھی بھول گئے اور یاد دہانی کروانے پر فرمایا کہ وہ صرف تحریری معاہدے تھے حدیث کے الفاظ تو نہیں تھے۔ صدر صاحب کے اس فرمان پر افسوس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے لیکن جب عالی مرتبت صدر کے شاندار ماضی پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ فرمان کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ہماری معلومات کے مطابق ہمارے سیدھے سادھے صدر محترم کو چند چالاک و شاطر اتحادیوں اور مشیروں نے آزاد عدلیہ سے اس قدر ڈرا دیا تھا کہ موصوف کو اٹک اور اڈیالہ جیل میں اپنی سابقہ زندگی کی ایک جھلک نظر آنے لگتی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ سب کچھ کرنے کو تیار تھے لیکن چیف جسٹس کو کسی صورت بحال کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔

پاکستان کے ایک عام شخص کو بھی پتہ ہے کہ ہمارے ملکی قانون میں حاکم وقت صدر کو اس بات کا تحفظ حاصل ہے کہ اپنی مدت صدارت یا حاکمیت کے دوران اس پر کسی بھی ملکی عدالت میں کوئی مقدمہ نہیں چل سکتا۔ ویسے بھی صدر محترم پر اندرون ملک کرپشن کے 8 کیسز اور بیرون ملک 6 کیسز تھے۔ اندرون ملک کیسوں میں BMW کیس، ARY گولڈ کیس، SGS کیس، ارسس ٹریکٹرز کیس، پولو گراؤنڈ کیس، کوٹیکنا کیس اور اثاثہ جات کیس ہیں جو کہ تمام کے تمام ختم ہو چکے ہیں جبکہ آخر الذکر اثاثہ جات کیس میں صرف 95 ارب (95,00,00,00,000) روپے اندرون و بیرون ملک بنکوں میں اور غیر منقولہ جائیداد کے اثاثے اس کے علاوہ ہیں۔ اس کیس کو سابق صدر پرویز مشرف نے 2008ء میں N.R.O (قومی مفاہمتی آرڈیننس) کے تحت خصوصی شفقت فرماتے ہوئے معاف کر دیا تھا اور یہ کیس چیف جسٹس کی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ اب اگر چیف صاحب اس متنازعہ N.R.O پر کوئی ایکشن لیتے بھی ہیں تو صدر محترم کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیونکہ ان کے دونوں ہاتھ اور سر ملکی خزانے کی کڑاہی میں بطور صدر پہلے سے ہی موجود ہے۔ اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ صدر محترم کو کسی بھی طرح کا گھاٹا نہیں اور نہ ہی انہیں چیف جسٹس

سمیت اعلیٰ عدلیہ میں سے کسی سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کونسی نادیدہ قوتیں تھیں جو اس بحالی میں رکاوٹ تھیں؟ اگر حکمران اتحاد کی جانب دیکھا جائے تو الطاف حسین اور فضل الرحمٰن اس بحالی کے بڑے مخالف رہے ہیں۔ الطاف حسین اور ان کی جماعت پر تو متحدہ حقیقی' سابق گورنر سندھ حکیم سعید' بانی تکبیر محمد صلاح الدین' شہدا نشتر پارک' شہدا 12 مئی اور 2005ء کو بھارت میں پاکستان کے قیام کو بہت بڑا بلنڈر (غلطی) کہنے کے سائے منڈلا رہے ہیں لیکن "حضرت مولانا" جیسے جہاندیدہ' موقع پرست وفائدہ پرست شخصیت کی مخالفت سمجھ سے بالاتر ہے۔ شاید "حضرت" حسب بل کا غصہ نکال رہے ہیں یا موصوف کو ڈیزل پرمٹوں اور اسلام آباد زرعی فارم کا کوئی کیس تنگ کر رہا ہے۔ بہرکیف نظر اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔

اگر مخالفت کرنے والے مشیروں کی طرف نظر دوڑائیں تو رحمٰن ملک سرفہرست جبکہ ان کے ساتھ فاروق ایچ نائیک' سلمان تاثیر اور منظور وٹو پیش پیش ہیں۔ رحمٰن ملک سابق سربراہ F.I.A بھی N.R.O کی گنگا میں ہاتھ دھونے والے خوش نصیب ہیں اس لیے ان کی پوزیشن مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ فاروق ایچ نائیک کو اس مخالفت کا شاید صلہ مل گیا ہے اس لیے ان کی مراد بھی پوری ہوئی۔ رہ گئے جناب سلمان تاثیر اور منظور وٹو تو بہتر یہی ہے کہ ان کے متعلق حقائق بیان مت کیے جائیں وگرنہ صحافتی آداب کی خلاف ورزی سرزد ہوگی۔

حکمران جماعت کے اکثر وزراء اور ترجمان 16 مارچ سے قبل ایک ہی راگ الاپ رہے تھے کہ چیف جسٹس سیاسی ہو چکے ہیں لہٰذا ان کی بحالی کو خام خیالی ہی تصور کیا جائے۔ وکلاء کے لانگ مارچ کے دوران محترم وزیر داخلہ کی ناقابل کنٹرول پھرتیاں سب کی توجہ کا مرکز بنی رہیں۔ موصوف کا شاید خیال تھا کہ کنٹینر کھڑے کر کے وہ اپنے مقاصد حاصل کرلیں گے لیکن یہ صرف ان کی خوش فہمی ہی رہی۔ کنٹینروں کی پکڑ دھکڑ اور ناقص منصوبہ بندی سے انہوں نے ملک کا مزید 3 ارب روپے کا نقصان کیا ہے۔

15 مارچ کی دوپہر جب ایک سیاسی جماعت کے سربراہ اپنی رہائش گاہ واقع ماڈل ٹاؤن سے

نکلے تو ان کے ساتھ صرف چند سو لوگ تھے لیکن جوں جوں یہ قافلہ آگے بڑھتا رہا کارواں بنتا گیا اور راستہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو بہالے گیا۔ ماڈل ٹاؤن سے نکلنے والا یہ عوامی ریلہ جب راوی پل کے قریب پہنچا تو تاحد نظر لوگوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ ہر طرف سے ایک ہجوم تھا جو امڈا چلا آرہا تھا۔ یہ ایسی عوامی قوت تھی جس نے اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے حکمرانوں کی آنکھیں اور دل و دماغ کھول دیے تھے۔ وہ اصحاب جو اس کے مخالف تھے وہ حق میں ہوگئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پاکستانی عوام نے اس ملک کی کایا ہی پلٹ دی۔

وہ لوگ جو ایگزیکٹو آرڈر سے بحالی کے مخالف تھے وہ پس پردہ چلے گئے۔ جو معاہدوں کو "حدیث تو نہیں" قرار دیتے تھے وہ بھی اس عوامی سمندر کے سامنے بے بس نظر آئے اور آخر کار وہ لمحہ بھی آیا جب وزیراعظم پاکستان نے قوم کو چیف جسٹس آف پاکستان سمیت عدلیہ کی بحالی کی خوشخبری سنائی۔

عدلیہ بحال ہوئی اور عوام جیت گئی لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر ہمارے حکمران کیوں عوام کو دو سال سے بیوقوف بنائے ہوئے تھے؟ کیا یہی سب کچھ پہلے نہیں ہوسکتا تھا۔ حکمران اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے کب تک عوامی خواہشات کو پامال کرتے رہیں گے؟

ایسی صورتحال میں جب ہر طرف عدلیہ بحالی کی خوشی تھی تو چند ایسے لوگ بھی نمودار ہوئے جنہیں "بہروپیا" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے عین تحریک کی اٹھان کے وقت صوبائی تعصب کو فروغ دینے کی مکروہ کوشش کی لیکن ان رنگیلوں کی چوں چوں خلق خدا کے سیلاب میں بالکل دب گئی اور ان کی مکروہ سازشیں اپنی موت آپ مر گئیں۔

وکلا تحریک سے چند باتیں ہمارے سمجھنے کے لیے بھی بہت اہم ہیں (1) مقصد نیک اور نیت صاف ہو تو چند اشخاص کی کوشش پوری قوم کو متاثر کرتی ہے (2) مقاصد کے حصول میں حائل رکاوٹوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے مسلسل سفر جاری رکھنا چاہیے (3) تحریک کا مقصد ہی مسلسل حرکت ہے لہٰذا کسی صورت جدوجہد کو جامد نہیں ہونا چاہیے (4) اپنے مقصد کو اس انداز میں عوامی عدالت میں

لایا جائے کہ عوام اسے بآسانی سمجھ سکے اور اس کے فوائد وثمرات اور نقصانات سے آگاہ ہو ❺ اتحاد کسی بھی بڑے مقصد کے حصول کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے لہٰذا ہر موڑ پر متفقہ موقف ہی سامنے آئے ❻ دورِ جدید کی ضروریات کو سمجھتے ہوئے میڈیا سے بھرپور استفادہ کیا جائے ❼ مقصد کے حصول میں اگر کچھ ساتھیوں کا ساتھ عارضی ہو تو انہیں چھوڑ کر مسلسل آگے بڑھتے رہنا چاہیے ❽ اپنی جدوجہد کے کسی بھی موڑ میں تشدد کا عنصر شامل نہیں ہونا چاہیے ❾ تحریک یا جدوجہد کی قیادت ایسے ہاتھوں میں ہونی چاہیے جو بوقت ضرورت اپنا سب کچھ داؤ پر لگاتے ہوئے میدان عمل میں نہ صرف خود نکلنے کی صلاحیت رکھتی ہو بلکہ دوسروں کو بھی نکال سکے۔ ❿ اپنی تحریک یا جدوجہد کو ہر موڑ پر کالی بھیڑوں سے محفوظ رکھیں۔ خاص طور پر ایسے افراد سے جو دنیاوی مفادات (صدارت' وزارت' سفارت) کی خاطر اعلیٰ نیک مقاصد کو پس پشت ڈالتے ہوئے دنیاوی رنگ میں رنگے جائیں۔ ⓫

کوشش انسان کے بس میں ہے اور نتیجہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمانا ہے۔ یاد رکھیں! اللہ تعالیٰ کوشش کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں فرماتا۔ ہاں! آزمائش کے لیے کچھ دیر ضرور ہو سکتی ہے۔ مثلاً وکلا کو 2 سال کی انتھک جدوجہد کے بعد منزل ملی اور انہوں نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے — حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست — زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے — فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی — جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے!

عشقِ جسور اور فقرِ غیور کے امین حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ

علامہ حافظ خادم حسین رضوی

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی ۳ ربیع الاول ۱۳۸۶/۲۲ جون ۱۹۶۶ء بروز بدھ "نکہ کلاں" اٹک میں پیدا ہوئے۔ جہلم و دینہ کے مدارس میں حفظ و تجوید کی تکمیل کے بعد شہرۂ آفاق دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی' مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رشید نقشبندی' استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبداللطیف نقشبندی' شرف ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری' جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی اور استاذ العلماء حضرت مولانا صدیق ہزاروی ایسی شخصیات شامل ہیں۔

روحانی طور پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں عارف کامل حضرت اقدس خواجہ محمد عبدالواحد صاحب المعروف حاجی پیر صاحب سے کالا دیو شریف جہلم میں بیعت ہیں۔ تقریباً دو عشروں سے جامعہ نظامیہ میں ہی مسند تدریس پر رونق افروز ہیں۔ بلاشبہ آپ کے ہزاروں شاگرد اس وقت ملک عزیز کے طول و عرض میں خدمات دینیہ میں مصروف عمل ہیں۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ تصنیف و تالیف میں بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علم صَرف میں تیسیر ابواب الصرف اور تعلیلات خادمیہ آپ کے نوک قلم کی یادگار ہیں۔ اللہ رب العزت نے خطابت میں دلنشین و منفرد انداز عطا فرمایا ہے۔ روایتی تقاریر سے ہٹ کر آپ کے خطابات "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے" کے مصداق پُراثر ہوتے ہیں۔

اس وقت آپ فدایان ختم نبوت پاکستان اور مجلس علماء نظامیہ کے مرکزی امیر ہیں۔ اس کے علاوہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ سمیت کئی مدارس' تنظیمات اور اداروں کے سرپرست و نگران اور معاون ہیں۔

حضرت فیروز رضی اللہ کا اسم گرامی "فیروز دیلمی" اور کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپ شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے۔ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ عجمی النسل تھے اور آپ کا تعلق حمیر قبیلہ سے تھا۔ [1]

[1] فتوح البلدان' حصہ اول' صفحہ: ۱۶۳

ابنائے فارس

آپ یمن کے رہنے والے اور ابنائے فارس میں سے تھے۔ ابناء سے مراد وہ رؤسا ہیں جو فارس سے یمن آ کر آباد ہو گئے تھے۔[1] علامہ احمد بن یحییٰ بن جابر الشہیر البلاذری فرماتے ہیں کہ ''ابناء سے مراد قدیم ایرانیوں کی وہ جماعت ہے جو ایران سے نکل کر بلاد الیمن میں آباد ہو گئی۔ یہ لوگ خرزاد بن نرسی بن جاماسپ کے ساتھ یہاں آئے تھے اور عرب ان کو الابناء الفرس کہتے تھے۔[2] علامہ حافظ جمال الدین یوسف المزی فرماتے ہیں کہ ﴿وھو ابنا فارس الذین بعثھم کسری الی الیمن فنفوا الحبشۃ عنھا وغلبوا علیھا﴾[3]

یمن

عرب کے تمام ممالک میں یمن سب سے زیادہ زرخیز اور سیر حاصل ہے۔ یمن زمانہ قدیم سے تمدن وتجارت کا مرکز رہا ہے۔ یمن کی قدیم تاریخ کے آثار وشواہد منائی تہذیب (1200-650ق م) اور سبائی تہذیب (750-115ق م) سے ملتے ہیں۔ یہاں کے قبائل سورج کی پرستش کرتے تھے۔ سباء اور حمیر کی عظیم الشان حکومتیں یہیں قائم ہوئی تھیں۔ پہلی صدی عیسوی میں یمن پر رومیوں نے' ولادت نبوی ﷺ سے تقریباً 50 برس قبل 525ء میں حبشہ کے عیسائیوں نے اور پھر اہل ایران نے یمن پر قبضہ کیا۔ زمانہ نبوت کی ابتداء میں بھی یمن پر ایران کی حکومت تھی اور شاہ ایران کسریٰ کی جانب سے ابنائے فارس میں سے ''باذان'' کو یمن کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔

اس وقت یمن کے شمال میں سعودی عرب' مشرق میں عمان' جنوب میں خلیج عدن' بحیرۂ عرب اور مغرب میں بحیرۂ قلزم واقعہ ہے۔ ارضی ساخت کے اعتبار سے یمن پہاڑی علاقہ ہے۔

یمن کے قدیم قبائل میں کندہ' دوس' اشعر' ہمدان اور مذحج معروف ہیں۔ یمن کا قدیم وجدید

---

[1] سیرت النبی ﷺ' جلد:۱' صفحہ:۳۸۸ [2] فتوح البلدان' حصہ:اول' صفحہ:۱۶۲

[3] تہذیب الکمال' جلد:۱۵' صفحہ:۱۲۸

دار الحکومت ''صنعاء'' ہے جبکہ اس وقت دیگر بڑے شہروں میں عدن' تعز اور حدیدہ وغیرہ شامل ہیں۔ شیخ کبیر مخدوم مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ'' میں نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان نقل فرماتے ہیں کہ ایمان یمانی ہے' حکمت یمانی ہے۔[1] علامہ ابن اثیر نے اس فرمان نبوی ﷺ کی شرح بیان فرمائی ہے کہ ایمان اور حکمت یمنی چیزیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا کہ ایمان کی ابتداء مکہ مکرمہ سے ہوئی جو تہامہ کے علاقے میں ہے اور تہامہ یمن کا ایک حصہ ہے۔ کعبہ معظمہ کو بھی اسی لیے کعبہ یمانیہ کہا جاتا ہے۔[2]

گورنر یمن کا قبول اسلام

جب نبی کریم ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو شاہ ایران نے گورنر یمن کو نبی کریم ﷺ کے متعلق ناگفتہ بہ حکم دیا۔ گورنر یمن نے دو قاصدوں کو ہادی عالم ﷺ کے پاس روانہ کیا لیکن آگے معاملہ ہی الٹ ہو گیا۔ وہ قاصد گورنر یمن کے حکم کو پورا کرنے کی بجائے خود رسول اللہ ﷺ سے بہت متاثر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے ایک پیشگوئی بھی فرمائی کہ آج رات خسرو کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر ڈالا ہے تم یہ خبر اپنے حاکم تک پہنچاؤ۔

جب وہ دونوں قاصد (بابویہ اور خرخسرو) واپس آئے اور انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا تو باذان پکار اٹھا کہ ''اس شخص کی باتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہستی کوئی دنیوی بادشاہ نہیں بلکہ ضرور خدا کا برگزیدہ پیغمبر ہے۔ تاہم ہمیں واقعہ کی تصدیق کے لیے انتظار کرنا چاہیے''۔

اتنے میں ایران کے دار السلطنت مدائن سے خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ کا حکم نامہ گورنر یمن کے پاس آ گیا کہ ''خسرو کو اس کے بے پناہ مظالم کے سبب قتل کر دیا گیا ہے۔ اب ہماری اطاعت کرو اور عرب میں نبوت کا جو دعویدار ہے ہمارے آئندہ حکم تک اسے کچھ مت کہو''۔

---

[1] سیرۃ سید الانبیاء (ترجمہ)' صفحہ:۵۲۰ [2] البدایہ والنہایہ' جلد:۵' صفحہ:۳۰۰

جب نبی کریم ﷺ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی تو گورنر باذان اپنے اہل خانہ سمیت فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور یوں پورے یمن میں اسلام کی اشاعت بھرپور انداز میں ہونا شروع ہو گئی۔[1]

شاہان حمیر کے نام مکتوب نبوی ﷺ

زمانہ نبوت میں یمن کے جنوبی حصے پر جو حکومت قائم تھی وہ تاریخ میں حمیر کے نام سے موسوم ہے۔ حمیر کی سلطنت صدیوں تک یمن کی عظیم الشان سلطنت کا حصہ رہی ہے مگر آغاز اسلام کے زمانے میں یہ مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور شاہان حمیر مذہباً عیسائی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے یمن کی ریاستوں کے فرمانرواؤں کو حسب ذیل نامۂ مبارک ارسال فرمایا۔

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

﴿محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حارث وغیرہ کے نام﴾

آپ لوگوں پر اس وقت تک سلامتی ہو جب تک آپ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر آپ ایمان رکھیں۔ بیشک اللہ وہ ذات ہے جو یکتا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دے کر بھیجا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلمے سے پیدا کیا۔ مگر یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور تین میں سے ایک ہیں۔[2]

محمد رسول اللہ ﷺ

﴿شاہان حمیر نے جب مکتوب گرامی سنا تو بخوشی اسلام قبول کر لیا﴾

حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ کا قبولِ اسلام

حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے 9ھ یا 10ھ میں اسلام قبول کیا۔ شیخ کبیر مخدوم مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی نے بذل القوۃ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں ایک وفد کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ 9ھ میں وفد حمیر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ یمن کے باشندے تھے اور انہوں نے

[1] تاریخ طبری، جلد: ۳، صفحہ: ۹۱
[2] طبقات ابن سعد، جلد: ۳، صفحہ: ۳۲

ایمان قبول کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا ''اہل یمن تمہارے پاس آئے ہیں۔ وہ انتہائی رقیق القلب اور نرم دل ہیں''۔[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ 9ھ میں ایک وفد بارگاہ نبوی ﷺ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کا حاضر ہوا۔ یہ وفد نجاشی رضی اللہ عنہ کی بہن کے لڑکے فیروز دیلمی رضی اللہ کا تھا۔ یہ حاضر ہوئے اور ایمان لے آئے۔ انہیں فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسود عنسی کو قتل کیا۔[2] ممکن ہے اوپر جس وفد حمیر کا ذکر ہوا وہ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ ہی کا ہو چونکہ آپ حمیری بھی تھے۔ ان دونوں واقعات میں سن 9ھ بیان کیا گیا ہے جبکہ چند دوسری جگہوں پر 10ھ کا ذکر بھی ملتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے 10ھ میں وبر بن نخیس کو ان کے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ وہ نعمان بن بزرج کے گھر ان کے مہمان ہوئے اور فیروز دیلمی، مرکبود اور وہب ابن منبہؒ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے اور ان سب نے اسلام قبول کیا۔ صنعاء میں سب سے پہلے جس نے قرآن مجید حفظ کیا وہ مرکبود کے صاحبزادے عطاء اور وہب ابن منبہؒ تھے۔[3]

شیخ محقق فرماتے ہیں کہ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ مرزبانہ کے چچا کے بیٹے اور نجاشی کے بھانجے تھے۔ یہ 10ھ میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔[4]

قبول اسلام کے بعد نبی کریم ﷺ کی نصیحت

حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام سے قبل دو حقیقی بہنوں سے عقد کر رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان دو بہنوں میں سے ایک سے عقد باقی رکھو اور ایک کو الگ کر دو۔

﴿عن الدیلمی رضی اللہ عنہ قال قدمت علی النبی ﷺ وعندی اختان

[1] سیرۃ سید الانبیاء (ترجمہ)، صفحہ: ۵۲۰
[2] مدارج النبوۃ، جلد: ۲، صفحہ: ۵۱۰
[3] سیرۃ النبی ﷺ، جلد: ۱، صفحہ: ۳۸۸
[4] مدارج النبوۃ، جلد: ۲، صفحہ: ۵۵۴

تزوجتها فی الجاهلیه فقال : اذا رجعت فطلّق احداهما۱

﴿جاری ہے﴾

نعت نبی

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کر چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

جناں بنے گی محبان چار یار کی قبر
جو اپنے سینہ میں یہ چار باغ لے کے چلے

مدینہ جان جنان وجہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنون جناں سوئے زاغ لے کے چلے

گلہ نہیں ہے مرید رشید شیطان سے
کہ اس کے وسعت علمی کا لاغ لے کے چلے

ہر ایک اپنے بڑے کی بڑائی کرتا ہے
ہر ایک مغبچہ مغ کا ایاغ لے کے چلے

مگر خدا پہ جو دھبہ دروغ کا تھوپا
یہ کس لعیں کی غلامی کا داغ لے کے چلے

وقوع کذب کے معنی درست اور قدوس
ہیئے کی پھوٹے عجب سبز باغ لے کے چلے

جہاں میں کوئی بھی کافر سا کافر ایسا ہے
کہ اپنے رب پہ سفاہت کا داغ لے کے چلے

پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شوربے ہی سے کھائے
بٹیر ہاتھ نہ آئی تو زاغ لے کے چلے

جو دین کووؤں کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
کلاغ لے کے چلے یا الاغ لے کے چلے

رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

۱ابوداؤد شریف' کتاب الطلاق' رقم' ۲۲۴۳ ابن ماجہ شریف' کتاب النکاح' رقم: ۱۹۵۰

حضرت خواجہ محمد صادق صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
حیات و خدمات

حافظ محمد صدیق ساقی

شیخ المشائخ' ولی کامل حضرت اقدس خواجہ محمد صادق صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۲۵ دسمبر ۱۹۲۱ء بروز اتوار چیچیاں شریف میر پور میں ہوئی۔ آپ کے والدگرامی شیخ المشائخ سلطان العارفین حضرت خواجہ محمد سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک برگزیدہ بندے تھے۔ حضرت صاحب آف گلہار شریف کا سلسلہ نسب خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ خاندان صدیقی ہر دور میں علم اور روحانیت کے افق پر چمکتا رہا ہے۔ مدینہ طیبہ' یمن' ایران' انڈیا اور خطہ کشمیر میں اس خاندان نے علم کی شمع فروزاں کی اور اہل اسلام کے قلوب میں خوف خدا' محبت مصطفیٰ علیہ السلام اور ذکر خدا کے چراغ بھی جلائے۔ حضرت خواجہ محمد صادق صدیقی علیہ الرحمۃ کی عمر ساڑھے ۱۲ سال تھی کہ آپ کے والدگرامی حضرت خواجہ محمد سلطان عالم علیہ الرحمۃ کا ۹ مئی ۱۹۳۴ء کو وصال ہو گیا۔ قبلہ سلطان العارفین کی قبر اطہر چیچیاں شریف میں تھی۔ منگلا ڈیم کی تعمیر کی وجہ سے آپ کے جسد اطہر کو ۱۹۶۷ء میں دربار عالیہ کالا دیو شریف جہلم منتقل کیا گیا۔

قبلہ خواجہ محمد صادق صدیقی کی صغر سنی میں آپ کے والدگرامی کے وصال سے دربار عالیہ چیچیاں شریف میں برادران طریقت کی تربیت و راہنمائی اور دیگر امور کی انجام دہی کے کٹھن مراحل درپیش تھے۔ ایسے حالات میں قبلہ حضرت صاحب آف گلہار شریف کی والدہ محترمہ عارفہ کشمیر حضرت مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے اس عظیم علمی اور روحانی خانوادے اور برادران طریقت کی راہنمائی کی ذمہ داری سنبھالی۔

قبلہ خواجہ صاحب نے نہ صرف پاکستان' مقبوضہ کشمیر' برطانیہ اور دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے

مریدین ومتوسلین کے دلوں میں محبت خدا' محبت محبوب خدا اور ذکر خدا کی شمع فروزاں کی۔آپ نے ان گنت مساجد ومدارس کا قیام عمل میں لایا جہاں ان گنت اہل اسلام قرآنی تعلیمات کے نور سے منور ہو رہے ہیں۔آپ نے اتنی تعداد میں مساجد تعمیر فرمائی ہیں کہ آپ مساجد والے پیر صاحب کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں۔آپ نے ہزاروں لاکھوں اہل اسلام کو غفلت کی نیند سے بیدار کر کے انہیں شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی گزارنے کا درس دیا اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی کے لیے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔آپ نے اسلام کے محبت' اخوت' ایثار اور قربانی کے تصور کو انسانی قلوب میں راسخ کیا۔قبلہ حضرت صاحب آف گلہار شریف نے تعمیر مساجد اور اجرائے مدارس کا جو عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ تا ابد یادگار رہے گا۔آپ مساجد کے ڈیزائن اور نقشے خود اپنی نگرانی میں مرتب کرواتے۔مساجد ومدارس کے تعمیری مراحل میں لحہ لحہ آپ کی توجہ مبارکہ شامل رہا کرتی تھی۔جامع لال مسجد کوٹلی کی تعمیر کے دوران جو پتھر آپ خود اٹھا کر لائے وہ مسجد کی محراب والی دیوار کی بنیادوں میں لگے ہوئے ہیں۔آپ کی تعمیر کردہ مساجد کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے' روح پر ایک خاص کیف طاری ہو جاتا ہے اور زبان سے قبلہ خواجہ صاحب کے بلندی درجات کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ کی گفتگو برمحل' سادہ لیکن الفاظ میں معانی کا ایک پوشیدہ جہاں لیے ہوتی تھی۔
آزاد کشمیر' مقبوضہ کشمیر' پاکستان' برطانیہ اور خلیجی ریاستوں میں پھیلے ہوئے لاکھوں عقیدت منداور عام لوگ مختلف مواقع پر اپنے مسائل ومعاملات پر راہنمائی حاصل کرنے کے لیے آپ کو خطوط لکھتے رہے اور قبلہ حضرت صاحب نے ان خطوط کے جو جوابات لکھوائے ان میں سے کچھ ''مکاتیب الفردوس'' کے نام سے ۲ جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔چند ایک مکتوبات نذر قارئین ہیں۔

ایک صاحب نے برطانیہ سے خط لکھا کہ میری دو بچیاں ہیں جو میرے کنٹرول سے باہر ہیں اور میری بات بالکل نہیں مانتیں اور گھر میں سکون بھی نہیں ہے۔جوابی مکتوب میں آپ نے فرمایا: بندہ

آپ کے حق میں دعا گو ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس آزمائش سے نجات دے۔بظاہر اصلاح کی کوششیں ناکام ہو گئیں ہیں اب اس ذات کی طرف متوجہ ہو کر دیکھیں جس کے قبضہ قدرت میں کل کائنات ہے۔صبح اٹھیں' ہو سکے تو تہجد کی عادت ڈالیں' نماز کی پابندی کریں اور نہایت خشوع اور زاری سے اس ذات کے آگے اپنا دکھڑا بیان کریں۔اگر آپ نے خلوص سے اس ذات کا دامن تھاما تو وہ ذات آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔شیخ سعدی نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ کوئی شخص جنگل سے گزر رہا تھا اس کی نظر ایک بزرگ پر پڑی جو شیر پر سوار تھا اور ہاتھ میں اژدھا کا کوڑا تھا۔وہ شخص ڈر گیا تو بزرگ نے اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا ڈرو نہیں بلکہ سنو! میں نے جب اللہ تعالیٰ کے آگے سر ڈال دیا تو کائنات کی ہر شے نے میرے آگے سر ڈال دیا ہے اور میری اطاعت پر مجبور ہے۔معلوم ہوا انسان جب اس کا ہو جائے تو اس کے معاملات اس کی خواہش کے مطابق انجام پاتے ہیں۔

آج تعلیمی اداروں اور مدارس کے طلباء کے ہاں محنت کا شدید فقدان ہے۔جب امتحان سر پر آتا ہے تو دوڑ دھوپ شروع ہو جاتی ہے۔اس حوالہ سے وطن عزیز پاکستان کے ایک معروف دینی ادارے کے ایک طالب علم..نے خط لکھا کہ جناب دعا فرمائیں تا کہ میں اور میرے ساتھی امتحان میں کامیاب ہو جائیں اور مشکلات آسان ہوں۔حضرت صاحب نے جو جوابی مکتوب ارسال کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔آپ نے فرمایا: ''عزیز! صرف دعا پر انحصار نہ رکھیں بلکہ محنت اور ریاضت سے کام لیں۔محنت ہی کے بل بوتے پر آپ منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔جن مشاہیر کے مقالات اور خیالات علوم کی بنیاد اور اساس ہیں انہوں نے محنت ہی سے یہ مقام حاصل کیا ہے۔آپ کی راہنمائی کے لیے چند واقعات لکھے جاتے ہیں تا کہ آپ کو اس امر کا احساس ہو سکے کہ محنت ہی سے کمال فن نصیب ہوتا ہے۔
امام طبرانی کی وسعت معلومات دیکھ کر ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا علمی خزانہ اس قدر مالا مال کیونکر ہوا؟ امام ممدوح نے فرمایا کہ جان عزیز! تیس برس تک میری کمر نے بوریے کے سوا کسی بستر کا لطف نہیں اٹھایا۔امام رازی کو تاسف ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتا

ہے چنانچہ فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم! مجھے کھانے کے وقت علمی مشاغل چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ فرصتِ وقت بہت عزیز ہے۔

ارسطو کی کتاب ''النفس'' کا ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا جس کا ابونصر فارابی نے سو مرتبہ مطالعہ کیا تھا۔ اس پر موصوف کے ہاتھ سے یہ عبارت تحریر تھی ﴿انی قرأت هذا الکتاب مأة مرة﴾ یہ اس زمانے کی باتیں ہیں جب موجودہ دور کی طرح کوئی سہولت میسر نہیں تھی۔ اب تو زمانے کے ساتھ ساتھ انسانی ذہن بھی ترقی یافتہ ہے مگر طبرانی، رازی اور فارابی پیدا نہیں ہو رہے کیونکہ محنت کا فقدان ہے۔

قبلہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مخلوق خدا کی راہنمائی، تعمیر مساجد اور اجرائے مدارس کے لیے جو مخلصانہ جدوجہد کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے اسلاف اور اولیائے امت کے راستے پر چلتے ہوئے اپنے کردار اور اخلاص حسنہ کی تلوار سے انسانی قلوب کو فتح کیا۔ آپ نے اپنی زندگی رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آزاد کشمیر کے دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں سفر کر کے لوگوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کیا۔ مخالفتوں کے طوفان اور مزاحمت کی سنگلاخ چٹانیں آپ کے عزم سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔

آپ نے لوگوں کو ذکر الٰہی، محبت رسول ﷺ، ادب شیخ، ادب والدین، ادب اساتذہ، امانت، دیانت، شرافت، خلوص، ایثار و قربانی اور صبر و ضبط کا درس دیا۔ قبلہ حضرت صاحب آف گلہار شریف ۸۷ سالہ بھرپور اصلاحی، دعوتی، علمی، روحانی زندگی اور تصوف کی خوشبو سے خطہ کشمیر کو مشکبار کرنے کے بعد ۳۱ دسمبر ۲۰۰۸ کو دربار عالیہ گلہار شریف میں وصال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزار اقدس پر لحہ لحہ رحمتوں کا نزول فرمائے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

محمد وحید نور

ہیگ میں انٹرنیشنل کریمنل کورٹ (عالمی جرائم کی عدالت) نے سوڈان کے صدر عمر حسن احمد البشیر کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے ہیں۔ عمر البشیر پر 2003ء میں مغربی سوڈان کے علاقے ''دارفر'' میں 3 لاکھ افراد کے قتل کی چارج شیٹ ہے۔ عمر البشیر آئی سی سی (انٹرنیشنل کریمنل کورٹ) کی تاریخ کے پہلے صدر ہیں جن کے وارنٹ گرفتاری ان کے عہدہ صدارت کے دوران جاری کیے گئے ہیں۔

سوڈان سب سے بڑے براعظم ''افریقہ'' کا رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کا کل رقبہ 25 لاکھ 25 ہزار 810 مربع کلومیٹر اور کل آبادی 4 کروڑ افراد کے لگ بھگ ہے جبکہ دارالحکومت ''خرطوم'' ہے۔ تیل اور معدنی ذخائر کی وجہ سے یہ ملک افریقہ میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

امریکہ نے سوڈان کے تیل اور معدنی ذخائر پر قبضہ کرنے کے لیے ایک پلان ترتیب دیا جس کے تحت مغربی سوڈان کے علاقے دارفر کے مقامی افراد کو مسلح بغاوت پر آمادہ کیا اور ان کی ہر ممکن پشت پناہی کی۔ ایک وقت ان باغی افراد کی شورش اس قدر زور پکڑ گئی کہ ان کی جانب سے دارفر کو عیسائی ریاست بنانے کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ امریکی سازش صرف اسی تک محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے عیسائی پادریوں اور یہودی ربیوں کو بھی میدان میں اتار دیا جنہوں نے ملک بھر میں فرقہ وارانہ فسادات برپا کر دیے۔

2003ء میں جب حالات بے قابو ہوتے جا رہے تھے تو سوڈانی صدر عمر البشیر نے اپنے ملک میں غیر ملکی شورش کو ختم کرنے کے لیے راست اقدام کا فیصلہ کیا۔ یہ راست اقدام باغیوں کے خلاف

نہیں بلکہ درحقیقت صیہونی مفادات کے خلاف تھا۔ اس راست اقدام کے نتیجے میں کئی افراد ہلاک ہوئے اور ملک بھر میں پھیلی شورش یکسر ختم ہوگئی۔

امریکی وصیہونی سازش اس راست اقدام (کریک ڈاؤن) کی بدولت اس وقت تو ختم ہوگئی لیکن سوڈان میں اپنے ناپاک منصوبوں کی تکمیل کے لیے ایک نیا جال تیار کیا گیا۔ یہ جال این جی اوز (غیر سرکاری اداروں) کی صورت میں تھا اور اس جال کو پھینکنے والوں میں امریکہ کے اتحادی اسرائیل اور برطانیہ تھے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ شکاری کے پاس ہتھیار تو نیا لیکن شکار اور مقام وہی تھا۔

سوڈانی صدر نے اس صیہونی سازش کو بھی بے نقاب کرتے ہوئے ملک بھر میں غیر ملکی این جی اوز پر پابندی لگادی اور ایک مرتبہ پھر امریکی مفادات میں رکاوٹ بنے۔ ایسے حالات میں امریکہ نے جنگی جرائم کی عالمی عدالت (آئی سی سی) کو استعمال کرتے ہوئے سوڈانی صدر کے وارنٹ گرفتاری جاری کروادیے۔ دنیا جانتی ہے کہ جنگی جرائم کی عالمی عدالت ہو یا اقوام متحدہ یہ ادارے عالمی طاغوت کے بے دام غلام اور اس کے مفادات کے سب سے بڑے ضامن، محافظ اور علمبردار ہیں۔ عالمی عدالت اور دیگر اداروں کو افغانستان، عراق، فلسطین، کولمبیا اور قفقاز میں ننگی جارحیت اور جنگی جرائم کیوں نظر نہیں آتے؟ عالمی عدالت کو 2003ء کا واقعہ تو یاد آگیا لیکن غزہ میں حالیہ صیہونی درندگی کیوں یاد نہیں آئی؟ سوڈانی صدر کے وارنٹ گرفتاری کی 53 افریقی ممالک پر مشتمل تنظیم افریقی یونین، عرب لیگ، چین، روس اور ایران نے مذمت جبکہ امریکہ، اسرائیل، برطانیہ اور فرانس نے حمایت کی ہے۔

وارنٹ گرفتاری کے اجراء کے بعد سوڈانی صدر دارفر پہنچے اور ایک بہت بڑے استقبالی جلوس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''وہ آئی سی سی ٹریبونل، ججوں اور پراسیکیوٹر کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں۔ عالمی عدالت نے انہیں کہا ہے کہ اگر وہ ملک میں موجود این جی اوز کو نہ چھیڑیں تو فیصلہ واپس لیا جاسکتا ہے لیکن میں سوڈان میں موجودہ تمام غیر ملکیوں کو پیغام دیتا ہوں کہ وہ ہمارے ملکی قوانین کا

احترام کریں وگرنہ خلاف ورزی کرنے والوں کو ملک بدر کردیا جائے گا''۔

سوڈانی صدر کے اس بیان نے عالمی عدالت کو اس کا حقیقی مقام دکھاتے ہوئے امریکی، صیہونی اور عالمی عدالت کی بدمعاشیوں کو خاک میں ملادیا ہے۔ سوڈانی صدر کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ انہوں نے ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ کیا ہے اور صیہونی ایجنڈے کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ خود اور ان کی اینٹی امریکہ کابینہ ہے۔

مقام حیرت ہے کہ سوڈانی صدر کے وارنٹ گرفتاری اس وقت کیوں جاری ہوئے جب حکومت اور باغیوں میں امن معاہدہ ہوچکا تھا؟ دارفر میں قتل وغارت پر وارنٹ جاری ہوئے لیکن سوڈانی صدر کی آمد پر دارفر کے رہائشیوں نے ان کا پرتپاک استقبال کیوں کیا؟ این جی اوز کے تحفظ کا ٹھیکہ جنگی جرائم کی عالمی عدالت نے کب سے لیا اور این جی اوز کا عالمی عدالت برائے جنگی جرائم سے کیا تعلق؟

1. حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام سے کیا مراد ہے؟
2. امتِ مسلمہ کا سب سے پہلا اجماع کس مسئلہ پر ہوا؟
3. کس کتاب کو قادیانی مذہب کا انسائیکلوپیڈیا ہونے کا اعزاز حاصل ہے؟

درست جوابات دینے والے خوش نصیبوں کو اگلا شمارہ بالکل فری

جواب نوٹ کروائیں صرف عصر تا مغرب 0321-4370406

آزمائش سے نکلنے کی راہیں

عرفان صدیقی

پاکستان میں نصف صد کے قریب اخبارات روزانہ شائع ہوتے ہیں ان میں سے بعض اخبارات اپنی بے باک پالیسی اور بعض اخبارات مخصوص کالم نگاروں کی وجہ سے عوام میں خاصے مقبول ہیں۔ کچھ اخبارات کو یہ دونوں اعزازات بیک وقت حاصل ہوتے ہیں۔ ان معدودے چند اخبارات میں روزنامہ ''جنگ'' منفرد مقام کا حامل ہے۔ اس ادارے کے درجن بھر کالم نگاروں میں جناب عرفان صدیقی کو منفرد ونمایاں مقام حاصل ہے۔ صدیقی صاحب کی تحریریں وقت کی آواز اور ملک وملت کے مفاد میں تڑپتا دل رکھنے کی غماز ہیں۔ اسلامی عقائد کی سرحدات کی حفاظت ہو' نام نہاد روشن خیالی کا آپریشن ہو، حکمرانوں کی بے دینی یا مغرب نوازی' صدیقی صاحب کا قلم یکساں حرکت کرتا ہے۔ درج ذیل تحریر نہ صرف صدیقی صاحب کے دردمند دل کی آواز بلکہ ہر ذی شعور کی امنگوں کی ترجمان ہے۔

بے ساختہ جواب تو یہی ہونا چاہیے کہ پوری پاکستانی قوم سیسہ پلائی دیوار بن چکی ہے اور وہ کسی بھی بیرونی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے گی لیکن بے ساختگی کی ترنگ کو ایک طرف رکھتے ہوئے ہمیں اپنے گھر کی خبر لینا ہوگی۔ اپنے انداز واطوار کا سنجیدگی سے جائزہ لینا ہوگا۔ ان عوامل کا احاطہ کرنا ہوگا جن کے سبب سولہ کروڑ افراد کا ایک ایٹمی ملک بے بس ولاچاری ریاست بنا دیا گیا ہے۔ اگر پورے اخلاص کے ساتھ ان پہلوؤں پر نظر نہ ڈالی گئی اور کوئی ٹھوس حکمت عملی وضع نہ کی گئی تو وقت اپنے نوشتے تحریر کرتا چلا جائے گا اور قومی سلامتی یونہی داؤ پر لگی رہے گی۔

لائن آف کنٹرول اور لاہور کی بین الاقوامی سرحد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بھارتی لڑاکا طیاروں کا ہماری فضاؤں میں در آنا' ایسا اشارہ نہیں جسے سرسری انداز میں نظر انداز کر دیا جائے۔ بھارت کھلے عام دھمکی دے چکا ہے کہ وہ آزاد کشمیر اور پاکستان میں مخصوص اہداف کو نشانہ بنا سکتا ہے۔ اس ضمن میں مظفر آباد اور مرید کے کے نام بھی لیے جا چکے ہیں۔ اس پس منظر میں کیل کانٹے

سے لیس بھارتی لڑاکا طیاروں کا ہماری حدود میں داخل ہو جانا اتنا بھی سادہ ومعصوم اقدام نہیں جتنا ہمارے ارباب حکومت قرار دے رہے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ بھارت سے زیادہ ہم وضاحتوں اور تاویلوں میں مصروف ہیں۔ بھارتی فضائیہ کے ترجمان نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے طیاروں نے کوئی خلاف ورزی نہیں کی جبکہ ہماری وزیر اطلاعات فرماتی ہیں کہ بھارت نے اسے غلطی قرار دیا ہے۔ ایک بار پھر وہی کنفیوژن جو ایک عرصے سے ہمارا مقدر بنا ہوا ہے اور ایک بار پھر وہی حمیت سے محروم عاجزی وانکساری جو کمانڈو صدر نے ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نام پر متعارف کرائی۔

کسی کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہماری مسلح افواج کسی بھی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ پاکستانی فوج بہترین پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی حامل ہے اور اس کا ہر جوان وافسر دفاع وطن کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنا اپنی سب سے بڑی سعادت خیال کرتا ہے۔ 1971ء کی جنگ یا کارگل جیسے بے تکے ایڈونچرز بیمار ذہنوں کی پیداوار تھے۔ اس کے باوجود ہماری فوج پوری مردانگی سے لڑی۔

لیکن دفاع وطن کے تقاضے فوج اور اسلحہ خانوں تک محدود نہیں رہتے۔ تاریخ کا سبق یہی ہے کہ ایک توانا' پرعزم اور جری قیادت اور ایک متحد قوم کے بغیر ہتھیار کوئی کرشمہ دکھا سکتے ہیں نہ فوج کوئی معجزہ رقم کر سکتی ہے۔ پاکستان کے عوام کو تشویش یہ نہیں کہ فوج کوتاہی کرے گی بلکہ تشویش یہ ہے کہ آزمائش کی اس گھڑی میں ہماری قیادت وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے پا رہی اور سب کچھ بکھرا بکھرا سا دکھائی دے رہا ہے۔ ہمیں فوری طور پر اپنے کردار وعمل کا جائزہ لے کر ٹھوس نتائج اخذ کرنا ہوں گے اور کم از کم سات زاویوں سے خود احتسابی کرنا ہوگی۔

❶ پہلا یہ کہ ہم کب تک فرقِ ملامتیہ بنے رہیں گے؟ کیا وجہ ہے کہ خود اپنے ہی لباس پر سیاہیاں لکھنے اور خود اپنے ہی عارض ورخسار پر کالک تھوپنے میں ہمیں مزا آتا ہے؟ پرویز مشرف کے دور میں

یہ صنعت عام ہوئی اور اب درجہ کمال کو پہنچ چکی ہے۔ امریکی کروسیڈ وار کی چاکری کا جواز پیدا کرنے کے لیے یہ حکمت عملی اپنائی گئی کہ پاکستان کو گناہوں کی پوٹ بنا دیا جائے۔ مشرف بطور صدر پاکستان جہاں بھی گئے اسی نکتے کی تبلیغ کرتے رہے کہ پاکستان دہشت گردوں کا اڈا بنا ہوا ہے۔ انہوں نے دینی مدارس سے لے کر قبائلی عوام تک سب کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ پاکستان کو ایٹمی پھیلاؤ کا مافیا ثابت کرنے کے لیے ڈاکٹر اے کیو خان کی قبا تار تار کر دی۔ اعلان اسلام آباد میں یکطرفہ طور پر لکھ دیا کہ پاکستان اپنی سرزمین بھارت کے خلاف استعمال نہیں ہونے دے گا۔ انتہا یہ کہ خالصتاً ذاتی اغراض کے لیے جسٹس افتخار محمد چوہدری کی برطرفی کو بھی وہ عالمی منڈی میں یہ کہہ کر فروخت کرتے رہے کہ چیف جسٹس دہشت گردوں کو رہا کر کے وار آن ٹیرر کو نقصان پہنچا رہا تھا۔ اقتدار کی حرص میں اندھا ہو جانے والا پرویز وطن کا چہرہ مسخ کرتا اور اسے دہشت گردوں کی سب سے بڑی پناہ گاہ کے طور پر پیش کرتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا پاکستان کو دہشت گردی کے حوالے سے جاننے لگی اور یہی ان کی پہچان بن گیا۔

❷ دوسرا قابل غور پہلو بے حمیتی کی حدود کو چھوتی وہ بزدلی ہے جو مشرف کے دور میں شعار بنی اور اپنی تمام تر زہرناکی کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ ان دنوں جنرل مشرف اور ان کے کاسہ لیس اٹھتے بیٹھتے قوم کو بتاتے رہتے تھے کہ ہم بے بس ہیں، ہم خود اپنے اڈے اور بندرگاہیں نہ دیتے تو امریکا خود چھین لیتا۔ ہم حملے نہیں کریں گے تو وہ خود شروع کر دے گا۔ یہ رویہ آج بھی ہمارے ملک میں موجود ہے۔ وزیر دفاع نے متواتر بیان دیئے کہ ہم ڈرون حملوں کو روک نہیں سکتے کیونکہ ہمارے پاس ٹیکنالوجی نہیں ہے۔ فضائیہ کے سربراہ نے دو ٹوک لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ امریکی ڈرونز کو مکھیوں اور مچھروں کی طرح مارا جا سکتا ہے اور ہمارے پاس اس کی صلاحیت ہے لیکن فیصلہ حکومت کو کرنا ہوگا۔ اب عالی مرتبت احمد مختار فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے بھارت کے مطلوبہ اقدامات نہ کیے تو دنیا ہمیں دہشت گرد قرار دے دی گی۔ جناب وزیر اعظم کا یہ بیان بھی آیا کہ امید ہے کہ بھارت فضائی حملہ نہیں

کرے گا۔ کیا توانا لیڈر شپ کا طرز کلام یہ ہوتا ہے؟ پاکستان کا کوئی باشندہ نہیں چاہتا کہ بھارت یا کسی بھی ملک سے جنگ ہو۔ کوئی نہیں کہہ رہا ہے ہم امریکہ پر چڑھ دوڑیں لیکن کیا فدویت اور بے چارگی کی کوئی آخری حد نہیں ہوتی؟ کیا ہم بات کرنے کی صلاحیت بھی گنوا بیٹھے ہیں؟

❸ تیسرا پہلو یہ ہے کہ ایک آزاد و خود مختار ملک کی حیثیت سے ہماری سفارت کاری کے پاؤں میں کس نے زنجیر ڈال دی ہے؟ ہماری زبانیں کیوں گنگ ہو گئی ہیں؟ ہمارے ہونٹ کیوں سل گئے ہیں؟ بھارت ایک عرصے سے ہمیں عدم استحکام کا شکار کرنے کے لیے مکروہ ہتھکنڈوں میں مصروف ہے۔ ہمارے پاس ٹھوس شواہد بھی ہیں لیکن ہم کیوں دنیا کو نہیں بتا رہے کہ مقبوضہ کشمیر میں کیا ہو رہا ہے؟ ہم کیوں اقوام عالم کو آگاہ نہیں کر پا رہے کہ بلوچستان میں بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' کیا کھیل رہی ہے؟ ہم کیوں کشمیر سنگھ کی بلائیں لینے اور اسے پھولوں کے ہار ڈال کر ڈھول تاشے کے ساتھ سرحد پار پہنچانے پر مجبور ہیں؟ ہم کیوں سربجیت سنگھ کی سزائے موت ختم کرنے کے لیے آئین و قانون بدلنے کے درپے ہیں؟ 2003ء میں گجرات میں مسلم کشی کیوں اتنی جلدی بھلا دی گئی؟

سفارت کاری کے تازہ ترین مظاہرے کو دیکھیے جس نے پوری قوم کی نگاہیں شرم سے جھکا دی ہیں۔ اقوام متحدہ میں ہمارے نمائندے عبداللہ حسین ہارون فرماتے ہیں کہ ہم بلاول بھٹو زرداری والی تقریب میں مصروف تھے اس لیے پتہ ہی نہیں چلا کہ سلامتی کونسل میں کیا قرارداد آ رہی ہے۔ ہمارے خلاف قرارداد منظور کرنے والوں میں عوامی جمہوریہ چین کے علاوہ انڈونیشیا اور لیبیا بھی شامل تھے۔ کسی نے کسی سے رابطہ کر کے بھارتی عزائم بے نقاب کرنے یا اپنا نقطہ نظر سمجھانے کی کوشش ہی نہیں کی۔ حسین حقانی جیسے مرد ہنر مند اور متحرک و فعال شخص کا کمال فن بھی ہمارے کسی کام نہ آیا۔ آخر کیوں؟

دفاع وطن کے لیے مطلوب تیاری کے حوالے سے تین نکات کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ پہلا یہ کہ ہم احساس کمتری سے نکلیں۔ فرقہ ملامتیہ بنے رہنے کی روش ترک کریں اور اپنے چہرے پر کالک تھوپنے کے پرویزی فلسفے سے نجات حاصل کریں۔ دوسرا یہ کہ بے حمیتی اور بزدلی کو حکمت عملی بنائے رکھنے کا

سلسلہ ختم کریں۔ دوسروں کی خوشامدانہ وکالت کرنے اور دست قاتل پر بوسے دیئے جانے کا طرز عمل چھوڑ دیں۔ اس کا حالیہ مظاہرہ بھارتی طیاروں کی طرف سے ہماری فضائی حدود کے خلاف ورزی ہے۔ صدر محترم نے خود یہ تفصیل بیان کی کہ بھارتی طیارے چونکہ چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہے تھے اس لیے دائرہ نما موڑ کاٹتے ہوئے وہ زمینی حدود کا اندازہ ہی نہیں لگا سکے۔ کیا یہ بیان کسی بھارتی ترجمان کی طرف سے نہیں آنا چاہیئے تھا؟ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ ہماری سفارت کاری' دوست ممالک سے رابطے' اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی صلاحیت اور خود اعتمادی سے کلام کرنے کا حوصلہ کہاں گیا؟ آخر ہم ایک جزیرہ بن کر کیوں رہ گئے ہیں؟

❹ چوتھا ضروری نکتہ یہ ہے کہ ہم پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنے دامان تار تار کی پختہ گری کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ لوگوں کو ہماری عسکری قوت' ہمارا اسلامی تشخص اور ہماری جوہری صلاحیت بری طرح کھلتی ہے۔ بھارت کے عزائم کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ہم کتنے ہی بیک ڈور اور فرنٹ ڈور مذاکرات کرلیں کتنے ہی اعتماد افزا اقدامات کے مینا بازار سجالیں اور رواداری صدقے جانے کے کتنے ہی جتن کرلیں بھارتی سامراج کی رگ میں سمایا زہر ختم نہیں ہوگا۔ امریکہ اور یورپ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے اور ہم سے بغض رکھنے والی طاقتوں کے خبث باطن کا مداوا مشکل ہے لیکن اس سب کے باوجود ہمیں خود احتسابی کا مخلصانہ اہتمام کرنا ہوگا۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہمارے دیرینہ اور آزمودہ دوست بھی سفارتی میدان میں ہمارے شانہ بشانہ کھڑا ہونے سے کیوں گریزاں ہیں؟ کیا نظر آنے والی حکومت کے علاوہ بھی کوئی ایسی نادیدہ قوت موجود ہے جو بڑے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ پاکستان کے لیے مسائل پیدا کررہی ہے۔

اطمینان کا مقام ہے کہ پاک فوج کی نئی قیادت ان نزاکتوں کو سمجھتی ہے۔ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی' سیاسی حکومت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کو اجاگر کرتے ہوئے فوج کے ادارے کو منتخب عوامی نمائندوں کی فکر کے تابع رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کئی بار کہہ چکے ہیں کہ فوج کی

اصل قوت عوام کی پشت پناہی ہے۔ اپنی اس سوچ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے انہوں نے سول اداروں میں خدمات سرانجام دینے والے ہزاروں فوجیوں کو واپس بلالیا ہے۔ یہ ایک عمدہ موقع ہے کہ فوجی اور سول قیادت' ریاست کے آئینی نظم کو مضبوط و مستحکم بنائیں۔

کارگل ڈرامہ ابھی کل کی بات ہے۔ مشرف نے دو تین ساتھیوں کے ساتھ مل کر حکومت سے بالا بالا ایک ایسی مہم جوئی کی جس نے ایک مہذب اور ذمہ دار ریاست کے طور پر پاکستان کا چہرہ بری طرح مسخ کردیا۔ اس تماشے نے پاکستان کی بین الاقوامی ساکھ پر اتنا گہرا زخم لگایا کہ ابھی تک اس سے لہو رس رہا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب چین اور سعودی عرب جیسے دوستوں نے بھی دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ وہ ہماری تائید نہیں کرسکتے اور ہمیں اپنی فوجیں غیر مشروط طور پر واپس لانا ہوں گی۔ ہماری کٹی پھٹی اور بچی کھچی فوج تو کارگل کی فلک بوس چوٹیوں سے اتر آئی لیکن پاکستان ابھی تک لڑھکنیاں کھا رہا ہے۔ آج ساری دنیا یک زبان ہوکر ہمیں طعنے دے رہی ہے تو اس کا سرچشمہ کارگل کے پہاڑوں سے ہی پھوٹا ہے۔ ایسی مہمات کی مستقل روک تھام اور سمندر کی تہہ میں جوار بھاٹا پیدا کرنے والی مہار موجوں کو لگام ڈالنے کا وقت آگیا ہے۔

❺ داخلی طور پر اتحاد و یکجہتی کے لیے محض لیپا پوتی کی بجائے خلوص کے ساتھ ٹھوس اور سنجیدہ کوششیں کی جائیں۔ رسمی طور پر کوئی اے پی سی بلانے اور ایک روایتی سا اعلامیہ جاری کردینے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ حکومت اگر واقعی وسیع تر قومی اتحاد کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کرنا چاہتی ہے تو 9 مارچ 2008ء اور 7 اگست 2008ء کے تحریری معاہدوں پر کیوں عمل نہیں ہو رہا؟ 3 نومبر کے سراسر غیر آئینی آمرانہ اقدام کا طوق کیوں ابھی تک قوم کی گردن میں جھول رہا ہے؟ سترہویں ترمیم کے خلاف پارلیمنٹ متفق ہے لیکن حکومت کیوں اس ناسور کی محافظ بنی بیٹھی ہے؟ 58(2B) کی تلوار بدستور لٹک رہی ہے۔ عدلیہ اور مقننہ کو مدمقابل لایا جارہا ہے۔ سب سے بڑے صوبے کا گورنر مرکز کی چھتری تلے بیٹھا آگ اگل رہا ہے۔ اتحاد و یکجہتی کے قصیدے پڑھنے والی حکومت میں سے

کوئی نہیں جو اسے گھر کی راہ دکھائے۔

⑥ چھٹا نکتہ سوات، باجوڑ اور قبائلی علاقوں کے آتش فشاں پر توجہ دینا ہے۔ پارلیمنٹ نے 22 اکتوبر کو ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے 14 نکاتی لائحہ عمل تجویز کیا تھا۔ اس لائحہ عمل کو بلاتاخیر عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جانی چاہیئے۔

⑦ ساتواں نکتہ یہ ہے کہ صدر آصف زرداری، پرویز مشرف کی جانشینی کے آشوب سے نکل کر آئین کے تقاضوں کے عین مطابق جمہوری پارلیمانی نظام کو بروئے کار آنے دیں۔ مشرف کا المیہ تھا کہ عوام میں اس کی جڑیں نہ تھیں، وہ مطلق العنان آمر تھا جو عام، پارلیمانی یا مشاورتی نظام سے بالاتر ہوتا ہے۔ عالمی اوباشوں کو ایک فرد سے ملاقات طے کرنے اور اسے ڈرا دھمکا کر اپنی بات منوانے کا موقع مل جاتا ہے۔

جمہوری نظام میں وزیر اعظم اپنی کابینہ کا، کابینہ اپنی پارلیمنٹ کی اور پارلیمنٹ اپنے عوام کے جذبہ واحساس کی پابند ہوتی ہے۔ بیرونی دباؤ کے سامنے یہ نظام مضبوط دفاعی دیوار کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ صدر زرداری کو چاہیئے کہ وہ خود ساری دنیا سے معاملہ نہ کریں۔ آئینی چیف ایگزیکٹو کو اپنی صلاحیتیں آزمانے اور پارلیمنٹ کو تمام تر توانائی کے ساتھ بروئے کار آنے دیں۔ اس سے ان کے کندھوں کا بوجھ بھی کم ہو جائے گا۔ جس دن امریکہ، برطانیہ، بھارت اور ہمیں ڈرانے دھمکانے والوں کو یقین ہو گیا کہ اب ان کے سامنے ایک فرد نہیں سولہ کروڑ عوام کی نمائندہ پارلیمنٹ کھڑی ہے تو اس دن ان کے تقاضے بھی سمٹ جائیں گے اور لہجہ بھی بدل جائے گا۔

شرم تم کو مگر آتی نہیں

مولانا محمد علی رضوی

یہ 1973ء کی بات ہے کہ عرب ممالک اور اسرائیل کے درمیان جنگ چھڑنے کو تھی ایسے میں ایک امریکی سینیٹر ایک اہم کام کے سلسلے میں اسرائیل آیا۔ وہ اسلحہ کمیٹی کا سربراہ تھا اور اسے فوراً اسرائیل کی وزیر اعظم ”گولڈہ مائیر“ کے پاس لے جایا گیا۔ گولڈہ مائیر نے ایک گھریلو عورت کی طرح سینیٹر کا استقبال کیا اور اسے اپنے کچن میں لے گئی۔ یہاں اس نے امریکی سینیٹر کو ایک چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل کے پاس کرسی پر بٹھا کر چولہے پر چائے کے لیے پانی رکھ دیا اور خود وہیں آبیٹھی۔ اسرائیلی وزیر اعظم نے اس کے ساتھ طیاروں، میزائلوں اور توپوں کا سودا شروع کر دیا۔ ابھی بھاؤ جاری ہی تھا کہ چائے پکنے کی خوشبو آئی۔ وہ خاموشی سے اٹھی اور چائے دو پیالیوں میں انڈیلی۔ ایک پیالی سینیٹر کے سامنے رکھ دی اور دوسری گیٹ پر کھڑے امریکی گارڈ کو تھما دی۔ پھر دوبارہ میز پر آبیٹھی اور امریکی سینیٹر سے محوِ کلام ہو گئی۔ چند لمحوں کی گفت وشنید کے بعد سودے کی شرائط طے پا گئیں۔ اس دوران گولڈہ مائیر اٹھی، پیالیاں سمیٹیں اور انہیں دھو کر واپس سینیٹر کی طرف پلٹی اور بولی مجھے سودا منظور ہے۔ آپ تحریری معاہدے کے لیے اپنا سیکرٹری میرے سیکرٹری کے پاس بھجوا دیں۔

یاد رہے اسرائیل اس وقت اقتصادی بحران کا شکار تھا مگر گولڈہ مائیر نے کتنی سادگی سے اسرائیلی تاریخ میں اسلحے کی خریداری کا اتنا بڑا سودا کر ڈالا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خود اسرائیلی کابینہ نے اس بھاری سودے کو رد کر دیا۔ اسرائیلی کابینہ کا مؤقف تھا کہ اس خریداری کے بعد اسرائیلی قوم کو برسوں تک دن میں ایک وقت کے کھانے پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ گولڈہ مائیر نے ارکان کابینہ کا مؤقف سنا اور کہا کہ آپ کا خدشہ درست ہے لیکن اگر ہم یہ جنگ جیت گئے اور ہم نے عربوں کو

پسپائی پر مجبور کر دیا تو تاریخ ہمیں فاتح قرار دے گی۔ جب تاریخ کسی قوم کو فاتح قرار دیتی ہے تو وہ بھول جاتی ہے کہ جنگ کے دوران قوم نے کتنے انڈے کھائے تھے اور روزانہ کتنی بار کھانا کھایا تھا۔ اس کے دسترخوان پر شہد، مکھن وغیرہ تھا یا نہیں۔ فاتح صرف فاتح ہوتا ہے۔ گولڈہ مائیر کی اس دلیل میں وزن تھا لہٰذا اسرائیلی کابینہ کو اس سودے کی منظوری دینا پڑی۔ آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ گولڈہ مائیر کا اقدام درست تھا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اسی اسلحے اور جہازوں سے یہودی عربوں کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ جنگ ہوئی اور عرب بوڑھی عورت (گولڈہ مائیر) سے شرمناک شکست کھا گئے۔

جنگ کے ایک عرصہ بعد واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے نے گولڈہ مائیر کا انٹرویو کیا اور سوال کیا کہ امریکی اسلحہ خریدنے کے لیے آپ کے ذہن میں جو دلیل تھی وہ فوراً آپ کے ذہن میں آئی یا پہلے سے طے کر رکھی تھی؟ گولڈہ مائیر نے جو جواب دیا وہ چونکا دینے والا تھا۔ وہ بولی میں نے یہ استدلال اپنے دشمنوں (مسلمانوں) کے نبی (محمد ﷺ) سے لیا تھا۔ میں جب طالبہ تھی تو مذاہب کا موازنہ میرا پسندیدہ موضوع تھا۔ انہیں دنوں میں نے محمد ﷺ کی سیرت پڑی۔ اس کتاب میں مصنف نے ایک جگہ لکھا تھا کہ جب محمد ﷺ کا وصال ہوا تو ان کے گھر میں اتنی رقم نہیں تھی کہ چراغ جلانے کے لیے تیل خریدا جا سکے لہٰذا ان کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ان کی زرہ رہن رکھ کر تیل خریدا لیکن اس وقت بھی محمد ﷺ کے حجرے کی دیواروں پر نو تلواریں لٹک رہی تھیں۔

میں نے جب یہ واقعہ پڑھا تو سوچا کہ دنیا میں کتنے لوگ ہوں گے جو مسلمانوں کی پہلی ریاست کی کمزور اقتصادی حالت کے بارے میں جانتے ہوں گے لیکن مسلمان آدھی دنیا کے فاتح ہیں یہ بات پوری دنیا جانتی ہے۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ اگر مجھے اور میری قوم کو برسوں بھوکا رہنا پڑے، پختہ مکانوں کی بجائے خیموں میں زندگی بسر کرنی پڑے تو بھی ہم اسلحہ خریدیں گے اور خود کو مضبوط ثابت کرتے ہوئے فاتح کا اعزاز پائیں گے۔

گولڈہ مائیر نے اس حقیقت سے تو پردہ اٹھا دیا مگر ساتھ ہی انٹرویو نگار سے درخواست کی کہ اسے "آف دی ریکارڈ" رکھا جائے اور شائع نہ کیا جائے۔ وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے نبی کا نام لینے سے جہاں اس کی قوم خلاف ہو سکتی ہے وہاں مسلمانوں کے مؤقف کو بھی تقویت ملے گی چنانچہ واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے نے یہ واقعہ حذف کر دیا۔ وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا یہاں تک کہ گولڈہ مائیر انتقال کر گئی اور وہ انٹرویو نگار بھی عملی صحافت سے الگ ہو گیا۔

اس دوران ایک اور نامہ نگار امریکہ کے بیس بڑے نامہ نگاروں کے انٹرویو لینے میں مصروف تھا۔ اس سلسلے میں اسی نامہ نگار کا انٹرویو لینے لگا جس نے گولڈہ مائیر کا انٹرویو کیا تھا۔ اس انٹرویو میں اس نے گولڈہ مائیر کا وہ واقعہ بیان کر دیا جو سیرت نبوی ﷺ سے متعلق تھا۔ اس نے کہا اب مجھے یہ واقعہ بیان کرنے میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہو رہی۔ میں نے اس واقعے کے بعد جب تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا تو میں عرب بدوؤں کی جنگی حکمت عملیاں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ طارق بن زیاد جس نے جبرالٹر (جبل الطارق) کے راستے اسپین فتح کیا تھا اس کی فوج کے آدھے سے زیادہ مجاہدوں کے پاس پورا لباس نہیں تھا۔ وہ بہتر بہتر گھنٹے ایک چھاگل پانی اور روٹی کے چند سوکھے ٹکڑوں پر گزارا کرتے تھے۔ یہ وہ موقع تھا جب گولڈہ مائیر کا انٹرویو نگار قائل ہو گیا کہ تاریخ فتوحات گنتی ہے دسترخوان پر پڑے انڈے اور مکھن وغیرہ نہیں۔

گولڈہ مائیر کے انٹرویو نگار کا اپنا انٹرویو جب کتابی شکل میں شائع ہوا تو دنیا اس ساری داستان سے آگاہ ہوئی۔ یہ حیرت انگیز واقعہ تاریخ کے دریچوں سے جھانک جھانک کر مسلمانانِ عالم کو جھنجھوڑ کر بیداری کا درس دے رہا ہے اور ہمیں سمجھا رہا ہے کہ ادھڑی عباؤں اور پھٹے جوتوں والے گلہ بان چودہ سو برس قبل کس طرح جہاں بان بن گئے؟ ان کی ننگی تلواروں نے کس طرح چار براعظم فتح کر لیے؟

اگر پُرشکوہ محلات، عالی شان باغات، زرق برق لباس، ریشم کمخواب سے آراستہ وپیراستہ آرام گاہیں، سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے بھری تجوریاں، خوش ذائقہ کھانوں کے انبار اور کھنکھناتے سکوں

کی جھنکار ہمیں بچا سکتی تو تاتاریوں کی ٹڈی دل افواج بغداد کو روندتی ہوئی معتصم باللہ کے محل تک نہ پہنچتی۔

آہ! وہ تاریخ اسلام کا کتنا عبرت ناک منظر تھا جب معتصم باللہ آہنی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کے سامنے کھڑا تھا۔ کھانے کا وقت آیا تو ہلاکو خان نے خود سادہ برتن میں کھانا کھایا اور خلیفہ کے سامنے سونے کی طشتریوں میں ہیرے جواہرات رکھے پھر معتصم سے کہا جو سونا چاندی جمع کرتے تھے اسے کھاؤ۔ بغداد کا تاجدار بے چارگی و بے کسی کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ وہ بولا میں ہیرے جواہرات کیسے کھاؤں؟ ہلاکو نے فوراً کہا پھر تم نے یہ ہیرے جواہرات کیوں جمع کیے تھے؟

ہلاکو خان نے نظریں گھما کر محل کی جالیاں اور مضبوط دروازے دیکھے اور سوال کیا کہ تم نے ان جالیوں اور دروازوں کو پگھلا کر آہنی تیر کیوں نہ بنوائے؟ تم نے یہ جواہرات جمع کرنے کی بجائے اپنے سپاہیوں کو رقم کیوں نہ دی تاکہ وہ جانبازی اور دلیری سے میری افواج کا مقابلہ کرتے۔ خلیفہ معتصم نے تاسف سے کہا "اللہ کی یہی مرضی تھی"۔ ہلاکو خان نے کڑک دار لہجے میں کہا پھر جو تمہارے ساتھ ہونے والا ہے وہ بھی اللہ کی مرضی ہے۔ پھر ہلاکو خان نے معتصم باللہ کو مخصوص لبادے میں لپیٹ کر گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند کر بغداد کو قبرستان بنا ڈالا۔

ہلاکو خان نے کہا "آج میں نے بغداد کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اسے پہلے والا بغداد نہیں بنا سکتی"۔ تاریخ تو فتوحات گنتی ہے محل، لباس، ہیرے جواہرات، لذیذ کھانے اور زیورات نہیں۔

اقبال کا یہ شعر کس قدر برمحل ہے۔

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

❁❁❁❁❁

ختم نبوت

ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی

ہمیں ہے جان سے پیارا نشاں ختم نبوت کا
اٹھو گھر گھر میں پہنچا دو بیاں ختم نبوت کا

ملائک کی جماعتیں روز و شب وہاں پہ اترتی ہیں
ذکر جاری ہمیشہ ہے جہاں ختم نبوت کا

تھے جتنے بھی نبی دیگر نبوت ان کی وقتی تھی
مگر ہے حشر تک سارا زماں ختم نبوت کا

یہ نعرہ ہے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا
کرو اپنے لہو سے بھی دھیاں ختم نبوت کا

مٹاؤ زورِ بازو سے کفر ہر قادیانی کا
یمامہ سے اٹھا لو ہر سناں ختم نبوت کا

انوکھی شان اس فن میں کیا مہر علی کی ہے
کیا جس نے عقیدت سے بیاں ختم نبوت کا

الٰہی! شاہ نورانی کی قبر پہ رحمتیں برسیں
بنایا جس نے پورا کارواں ختم نبوت کا

سنو جتنے بھی یہاں ختم نبوت کے فدائی ہو
رہے یہ قافلہ ہر دم رواں ختم نبوت کا

بنا کلکِ رضا ہر اس کمینے کے لیے خنجر

ہے جس نے بھی کیا کوئی زیاں ختم نبوت کا

خداوندا مدینے کے چمکتے چاند کا صدقہ

بنا دے اپنے آصف کو حساں ختم نبوت کا
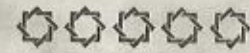
گذشتہ شمارے کے جوابات

1 عقیدۂ ختم نبوت سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نیا نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ہاں! قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے لیکن اس وقت ان کی تشریف آوری نبی کریم ﷺ کے امتی کی حیثیت سے ہوگی۔

2 تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے منظور نظر اور مرید حضرت مولانا محمد حسن فیضی علیہ الرحمۃ نے مرزا قادیانی کو بغیر نقطوں کے عربی قصیدہ پڑھنے کے لیے دیا اور انگریزی نبی اس کی ایک لائن بھی نہ پڑھ سکا۔

3 مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے مرزا افضل احمد کو قادیانیت قبول نہ کرنے کی وجہ سے اپنی جائیداد سے عاق کر دیا تھا۔

4 دجال قادیاں مرزا غلام قادیانی منگل کے دن کو منحوس کہتا تھا اور خود بھی اسی دن واصلِ جہنم ہوا۔

﴿درست جوابات دینے والے خوش نصیب﴾

﴿حافظ عمر فاروق اسلامیہ کالج، محمد ابوبکر دار العلوم انجمن نعمانیہ، شفیق احمد راولپنڈی﴾

﴿حسن عطاری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور﴾

اسرائیل کی کشمیر میں دلچسپی کیوں؟

جناب حامد میر

محترم حامد میر صاحب اہل پاکستان کے لیے جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ تقریباً دو دہائیوں سے فن صحافت سے وابستہ ہیں اور مرزائیت، قادیانیت کو اسلام و پاکستان کے لیے حقیقی فتنہ و خطرہ گردانتے ہیں۔ گاہے بگاہے تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت پر اپنے قلم کو حرکت میں لاتے ہوئے بارگاہ خاتم النبیین ﷺ میں حاضری لگواتے ہیں۔ مقام ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے اداروں اور شخصیات کو مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔ عہد پرویز میں پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی بحالی میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

سوئزرلینڈ کے پہاڑی شہر ڈیووس میں ہر سال ورلڈ اکنامک فورم کا سالانہ اجلاس منعقد ہوتا ہے جس میں دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں اور دانشوروں کو خطاب کی دعوت دی جاتی ہے۔ جنوری 1994ء میں اس وقت کی وزیراعظم محترمہ بینظیر بھٹو کو ڈیووس میں ورلڈ اکنامک فورم کے اجلاس کے خطاب کی دعوت دی گئی۔ محترمہ بینظیر بھٹو کے وفد میں یہ خاکسار بھی بطور اخبار نویس شامل تھا۔

اس اجلاس میں معروف امریکی دانشور سیموئل ہنگٹن نے تہذیبوں کے تصادم کا تصور پیش کرتے ہوئے مغرب کو اسلام کے خطرے سے خبردار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہندو تہذیب اور مغربی تہذیب آپس میں فطری اتحادی ہیں جبکہ اسلامی تہذیب کا اتحاد چینی تہذیب کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ دس سال پہلے سیموئل ہنگٹن کے خیالات پر اکثر مبصرین کو حیرت ہوئی تھی۔ ورلڈ اکنامک فورم کے اجلاس میں سیموئل ہنگٹن کی تقریر کے بعد اسرائیلی وزیر خارجہ شمعون پیریز نے خطاب کیا۔

محترمہ بے نظیر بھٹو کا خطاب آخری سیشن میں تھا لہذا میں چائے پینے کے لیے کانفرنس ہال سے باہر نکلا تو شمعون پیریز بھی باہر نکلتے دکھائی دیے۔ میری صحافیانہ رگ پھڑکی اور میں بھی ان کے پیچھے

ہوگیا۔ہال کے باہر شدید برف باری ہو رہی تھی اور پھسلن کے باعث گاڑیوں کا حرکت کرنا مشکل تھا۔شمعون پیریز کو بتایا گیا کہ ہال سے تقریباً ڈیڑھ کلو میٹر کے فاصلے پر ایسی مشینیں موجود ہیں جو برف صاف کر رہی ہیں اور گاڑیاں چل سکتی ہیں۔میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب شمعون پیریز اپنے دو محافظوں کے ہمراہ پیدل ہی روانہ ہو گئے۔ایک سوئس صحافی نے بھاگ کر ان کے ساتھ ہاتھ ملایا اور تعارف کروا کر ملاقات کا وقت مانگا۔اسرائیلی وزیر خارجہ نے اسے کہا کہ آؤ میرے ساتھ پندرہ بیس منٹ چلو اور گفتگو کر لو۔لیکن سوئس صحافی کو واپس کانفرنس ہال میں جانا تھا۔اس نے معذرت کر لی اور میں فوراً چھلانگ مار کر شمعون پیریز کے سامنے آ گیا اور بغیر تعارف کروائے اعلان کیا کہ میں ان کے ساتھ برف باری میں پیدل چلنے کو تیار ہوں۔انہوں نے کوئی جواب دینے سے پہلے میرے گریبان میں لٹکے ہوئے کانفرنس کارڈ پر نظر ڈالی اور مسکراتے ہوئے پوچھا کہ کیا تم پاکستانی ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا اور زور دے کر کہا میں صحافی ہوں اور میرا تعلق روزنامہ جنگ سے ہے۔شمعون پیریز نے جواب دیا کہ ہاں!ہاں!یہ اردو کا اخبار ہے اور لندن سے بھی شائع ہوتا ہے۔اس جواب نے مجھے حیران سے زیادہ پریشان کر دیا۔

اسرائیلی وزیر خارجہ نے اشارے سے مجھے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔میں نے اپنے چھوٹے سے بیگ میں سے ٹیپ ریکارڈر نکالنا چاہا تو ایک محافظ نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا اور انگریزی میں کہا کیمرہ مت نکالو۔میں نے بتایا کہ یہ ٹیپ ریکارڈر ہے۔شمعون پیریز بولے کہ ٹھیک ہے تم نکال سکتے ہو لیکن ابھی نہیں ہوٹل پہنچ کر کافی پئیں گے پھر تم انٹرویو کر لینا۔اب ہم پیدل چلتے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔انہوں نے مجھ سے میری قومیت پوچھی تو میں نے بتایا کہ میں پاکستانی ہوں۔انہوں نے کہا کہ نسلی قومیت بتاؤ۔میں نے بتایا کشمیری ہوں۔شمعون پیریز نے کہا کہ ''میر'' کشمیری ہوتے ہیں اور ان کا تعلق بنی اسرائیل کے ان گم شدہ قبائل سے ہے جو ہزاروں سال پہلے فلسطین سے دربدر ہوئے۔میں نے انہیں بتایا کہ اس سلسلے میں ایک یہودی مصنف ''فیبر قیصر'' نے انگریزی میں

کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام Jesus Dicd in Kashmir ہے اور کتاب میں میر، بٹ، ڈار، گنائی، منٹو، شال، گابا، کچلو اور بہت دکی دیگر کشمیری ذاتوں کا تعلق نہ صرف بنی اسرائیل سے جوڑا گیا ہے بلکہ یہودیوں کی پرانی کتابوں کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

محققین کی اکثریت ان دعوؤں کو تسلیم نہیں کرتی کیونکہ فیبر قیصر کی کتاب میں قادیانیوں کے عقائد کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصال کشمیر میں ہوا۔ان کا مقبرہ بھی وہیں ہے اور قادیانیوں کا جھوٹا نبی مرزا غلام احمد قادیانی اصلی مسیح موعود تھا۔(نعوذ باللہ) شمعون پیریز نے پوچھا پھر تم کون ہو؟ یہ ایک مشکل سوال تھا۔اس وقت تک مجھے صرف اتنا پتہ تھا کہ میرے بزرگوں کا تعلق مقبوضہ کشمیر سے ہے اور وہ مہاجر بن کر سیالکوٹ آئے تھے۔ہجرت کے دوران میرے نانا غلام احمد جراح کا آدھے سے زیادہ خاندان جموں کے نواح میں قتل ہو گیا اور میری والدہ اپنی دو بہنوں کو لاشوں سے بھری ہوئے بس میں چھپا کر بڑی مشکل سے سیالکوٹ پہنچیں۔میرے دادا میر عبدالعزیز بتایا کرتے تھے کہ ہمارا خاندانی تعلق میر شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ سے بنتا ہے اور ہمارے بہت سے رشتہ دار ''بڈگام'' اور ''انت ناگ'' میں رہتے ہیں۔اس کے علاوہ مجھے زیادہ پتہ نہیں تھا۔بہر حال باتیں کرتے کرتے ہم ہوٹل پہنچے۔وہاں شمعون پیریز کا میں نے دس منٹ انٹرویو ریکارڈ کیا اور شام کو واپس جنیوا آ گیا۔اس ملاقات کے بعد میں نے اسرائیل اور قادیانیوں کی کشمیر میں دلچسپی کی وجوہات پر معلومات حاصل کرنا شروع کیں۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبال جدید تعلیم یافتہ حضرات میں وہ پہلے جہان دیدہ شخص تھے جنہوں نے 1931ء میں قادیانیوں کی حقیقت جان لی۔قادیانیوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی قائم کردہ کشمیر کمیٹی پر قبضہ کر رکھا تھا۔مرزا بشیر الدین قادیانی کو جب انہوں نے اپنے کانوں سے توہین رسالت کرتے ہوئے سنا تو قادیانیوں کو کافر قرار دیتے ہوئے کشمیر کمیٹی سے نکلوا دیا۔قادیانی اس زمانے سے کشمیر کو ایک قادیانی ریاست (مرزائی اسٹیٹ) بنانے کے منصوبے پر عمل پیرا تھے۔یہی وجہ ہے کہ

قادیانیوں کو اسرائیل میں اپنا دفتر قائم کرنے کی اجازت ہے اور لندن میں قائم احمدیہ ٹیلی ویژن کو دنیا بھر میں قادیانیت پھیلانے کے لیے یہودی اداروں سے امداد ملتی ہے۔ قادیانیوں اور یہودیوں میں محبت کی دو اہم وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ دونوں ختم نبوت کے منکر ہیں اور دوسری یہ کہ دونوں جہاد کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی نے اپنی کتاب میں یہ نظم شامل کی ہے کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستوں خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

مذکورہ بالا اشعار پر غور کیجیے! آج کے تمام روشن خیال اور لبرل مخالفین جہاد میں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات میں زیادہ فرق نہیں۔ یہی وہ نکتہ ہے جو قادیانیوں اور یہودیوں کے گٹھ جوڑ کا باعث بنا اور بالآخر قادیانیوں کی کوششوں سے یروشلم اور نئی دہلی میں بھی نئے روابط اور نئی دوستی تشکیل پائی۔ آج بھی قادیانی جماعت کو اسرائیل اور ہندوستانی خفیہ اداروں کی مکمل سرپرستی حاصل ہے۔

قادیانی جماعت نے کچھ عرصہ قبل منصور اعجاز نامی امریکی بزنس مین کے ذریعہ مقبوضہ کشمیر میں اپنا نیٹ ورک بنانے کا آغاز کیا تھا۔ منصور اعجاز کے والدین قادیانی تھے اور منصور اعجاز اسرائیلی ادارے ''موساد'' کا زرخرید ایجنٹ تھا۔ چار سال قبل منصور اعجاز نے بھارتی فوج کی حفاظت میں سرینگر کا

دورہ کیا۔ اس دورے کا مقصد کشمیر میں امن قیام تھا لیکن حقیقت میں اس دورے کے بعد کشمیر میں اسرائیل اور بھارت نے بہت سے خفیہ اور اعلانیہ مشترکہ منصوبے شروع کیے۔

پچھلے دنوں واشنگٹن میں میری ملاقات کچھ ایسے اعتدال پسند یہودی دانشوروں سے ہوئی جو اسرائیل کی کشمیر میں بڑھتی ہوئی دلچسپی سے پریشان ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان مسئلہ فلسطین کی وجہ سے ہر یہودی کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور اسرائیل نے کشمیر میں بھی مداخلت بڑھادی تو اس نفرت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

غور کیا جائے تو کشمیر میں اسرائیل کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کی صرف ایک وجہ نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ جموں اور سرینگر کے ایئر پورٹ پاکستان کے بہت قریب ہیں۔ اسرائیل ان ہوائی اڈوں کو پاکستان پر حملے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ پاکستان کے سابق وزیر خارجہ ''گوہر ایوب'' نے خود مجھے بتایا کہ مئی 1998ء میں پاکستان کے ایٹمی دھماکوں سے دو دن قبل ہمیں سعودی عرب نے اطلاع دی کہ اسرائیلی فضائیہ سرینگر ایئر پورٹ سے کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز پر حملہ کرنے والی ہے۔ گوہر ایوب کے بقول ہم نے راتوں رات بھارتی ہائی کمشنر کو دفتر خارجہ طلب کیا اور وارننگ دی کہ اگر ہماری تنصیبات پر حملہ ہوا تو جواب میں دہلی، کلکتہ، بمبئی اور بنگلور کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا جائے گا۔ بھارتی ہائی کمشنر نے فوری طور پر نئی دہلی کو اس وارننگ کی اطلاع دی اور یوں پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر حملے کا اسرائیلی منصوبہ ناکام بنایا گیا۔ افسوس کہ عالم عرب اب تک پاکستان اور کشمیر کے خلاف اسرائیلی اور بھارتی عزائم سے پوری طرح خبردار نہیں ہے۔

22 دسمبر 2004ء کے اخبارات میں فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی کہ مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی ساختہ جاسوس طیارے تعینات کر دیئے گئے ہیں جو مجاہدین کی نقل و حرکت پر نظر رکھتے ہیں۔ اسرائیل کی ان مجاہدین سے نہیں بلکہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام سے

﴿باقی صفحہ:63﴾

ختم نبوت

مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی 1906ء میں محلہ قلعہ کھیڑہ ضلع بدایوں' بھارت میں مولانا محمد یار خان بدایونی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی اور بعد ازاں مدرسہ شمس العلوم بدایوں' مدرسہ اسلامیہ اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تعلیمی منازل طے کیں۔ 1925ء میں 19 برس کی عمر میں آپ نے میرٹھ میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کے معروف اساتذہ میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' استاذ زمن مولانا احمد حسن کانپوری اور استاذ العلماء مولانا قدیر بخش بدایونی شامل ہیں۔ 1916ء تا 1919ء کے درمیان آپ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی کی زیارت کے لیے بریلی شریف بھی حاضر ہوئے۔

درس نظامی سے فراغت کے بعد مفتی صاحب نے عملی زندگی کا آغاز جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں منصب تدریس وافتاء پر فائز ہو کر کیا بعد ازاں دیگر مدارس میں بھی تدریس کی تاوقتیکہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابو البرکات قادری نے تدریس کے لیے آپ کو پاکستان تشریف لانے کی دعوت دی۔ پاکستان تشریف آوری کے بعد آپ نے دار العلوم خدام الصوفیہ گجرات' انجمن خدام الرسول گجرات اور جامعہ نعیمیہ غوثیہ میں مسند تدریس وافتاء کو رونق بخشی۔

قیام پاکستان کی تحریک میں آپ نے اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الافاضل کے زیر سایہ سرگرم حصہ لیا۔ 1946ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ سے بھرپور زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف میں بھی خوب خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی نمایاں تصانیف میں قرآن حکیم کی تفسیر بنام تفسیر نعیمی' بخاری شریف کا عربی حاشیہ نعیم الباری فی انشرح البخاری' مشکوۃ شریف کی شرح مرآۃ' جاء الحق' علم القرآن' علم المیراث اور دیوان سالک وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کا وصال پر ملال 3 رمضان المبارک 1391ھ/24 اکتوبر 1971ء کو ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ خلیفہ اعلیٰ حضرت' مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابو البرکات قادری رضوی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار گجرات میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

﴿ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين﴾ اس

آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دی اور بعد میں وہ حضور ﷺ کی زوجیت میں آ گئیں۔ اس کا ذکر آیت قرآنی ﴿فلما قضى زيد منها وطرا زوجنا كها﴾ میں ہے۔ سبحان اللہ! دیگر ازواج مطہرات سے تو نکاح زمین پر ہو مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب بی بی ہیں جن کا نکاح آسمان پر ہوا اور خود رب العالمین نے کروایا۔ حضرت زید کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبنیٰ (لے پالک بیٹے) تھے اس لیے کفار نے اعتراض کیا کہ حضور ﷺ نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔ ان کو اللہ رب العزت نے جواب دیا کہ ہمارے محبوب تو کسی مرد کے باپ نہیں پھر حضرت زید کی بیوی ان کی بہو کس طرح ہو گئیں؟

﴿فوائد﴾

1 سارے قرآن کریم میں کسی جگہ حضور علیہ السلام کو اسم مبارک کے ساتھ ندا نہیں فرمائی گئی اور نہ کہیں حضور ﷺ کو اسم شریف سے یاد فرمایا گیا ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف سے ہی تذکرہ اور ندا ہوئی ہے بجز چار جگہ کے۔ ایک تو یہاں' دوسری ﴿وما محمد الا رسول﴾ تیسری سورۂ محمد میں ﴿وامنوا بما انزل على محمد﴾ چوتھی سورۂ فتح میں ﴿محمد رسول الله﴾ آخر یہ کیوں؟ اس لیے کہ اگر قرآن کریم میں کسی جگہ اس طرح اسم مبارک نہ ہوتا تو قرآن پاک سے آپ کی پوری معرفت نہ ہوتی' کیونکہ پوری پہچان نام سے ہی ہوتی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ تو خدا کی پوری معرفت کرائیں اور خدا حضور ﷺ کی معرفت ناقص فرمائے۔ نیز اس لیے کہ قرآن کریم نے ایمان مکمل سکھایا اور ایمان کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام جاننا ضروری ہے۔ اسی لیے کلمۂ طیبہ میں اسم گرامی ہی آتا ہے۔ اگر کوئی نام کے بجائے اور کسی وصف سے کلمہ پڑھے اور آپ کا نام نہ جانے تو وہ مومن نہ ہوگا۔ لہٰذا تکمیل ایمان کے لیے اسم مبارک آنا ضروری تھا نیز اگر صراحتاً اسم مبارک نہ آتا تو کوئی بد دین کہہ سکتا تھا کہ قرآن کریم حضور ﷺ پر نہ اترا بلکہ ان صفات کا حامل بزرگ کوئی اور تھا۔ اس لیے صاف صاف نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی ذکر فرما دیا کہ کسی

بد دین کو اس کا موقعہ ہی نہ ملے۔ کیونکہ لفظ ''محمد'' میں حرف چار ہیں اسی لیے چار ہی مقام پر اسم پاک بیان فرمایا گیا۔

❷ اسماء پاک مصطفیٰ علیہ السلام' اسماء الٰہیہ کی طرح بہت ہیں حتیٰ کہ صاحب روح البیان نے دونوں اسم ایک ایک ہزار فرمائے ہیں مگر اسم ذات محمد ﷺ یا احمد ﷺ ہے۔ لفظ محمد کو اسم ذات الٰہیہ کے ساتھ بہت مناسبت ہے۔ وہاں حرف چار میں حرکتیں تین اور تشدید ایک ہے۔ یہاں بھی یہی ہے البتہ وہاں تشدید پر کھڑا زبر ہے مگر یہاں نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ ہیں یہ وزیر اعظم۔

لا الہ الا اللہ میں حرف بارہ اور محمد رسول اللہ میں بھی حرف بارہ ہیں۔ اسی طرح ابوبکر الصدیق' عمر ابن الخطاب' عثمان ابن عفان' علی ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے اسماء مبارکہ میں بارہ بارہ حرف ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کے ناموں میں بھی مناسبت ہے اور کاموں میں بھی۔

❸ لفظ محمد کے عدد ۹۲ ہیں جس میں دہائی کا ۹ ہے اور اکائی کا ۲ جبکہ ۹ کا خاصہ ہے کہ دو اکائیوں سے مل کر ہمیشہ ۹ ہی بنے گا۔ جیسے ۱+۸' ۲+۷' ۳+۶ اور ۴+۵ وغیرہ۔ اسی طرح یہ سارے پہاڑے میں کبھی فنا نہ ہوگا۔

؎ تیری ذات میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو (۹) کا سدو بنا!

جو اسے مٹائے وہ خود مٹے وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں

اس ۹ میں اشارہ اس جانب ہے کہ جو فنافی الرسول ہو وہ باقی ہو جاتا ہے۔ اکائی دو کی اس لیے ہے کہ ان کا درجہ دوسرا ہے۔

نیز اسم مبارک کے عدد ابجد (میم (۹۰)' حا (۹) 'میم (۹۰)' میم (۹۰)' دال (۳۵)) کے حساب سے کل ۳۱۴ ہوتے ہیں اور یہی ایک روایت کی روشنی میں عدد انبیاء ہے یعنی کل پیغمبر ۳۱۳ ہیں یا ۳۱۴ ہیں۔

❹ اس مبارک اسم سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ علیا ہیں۔

؎ ادھر اللہ سے واصل ادھر دنیا میں ہیں شاغل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف تشدد کا

جب لفظ اللہ بولو تو دونوں لب دور ہو جاتے ہیں اور جب لفظ محمد بولو تو لب سے لب مل جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے علیحدہ اور اعلیٰ ہے اور اگر نیچے والے اس اعلیٰ سے قرب چاہتے ہوں تو دامن مصطفیٰ ﷺ پکڑیں۔ جس طرح لفظ محمد ﷺ نے زیریں لب کو اعلیٰ لب سے ملا دیا اسی طرح وہ ذاتِ کریم پستی والوں کو رب اعلیٰ سے قریب کرتی ہے۔

❺ عبد المطلب نے بالہام فرشتہ حضور ﷺ کا نام رکھا ''محمد''۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کے خاندان میں تو کسی کا نام آج تک ایسا نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس بچے کی تمام دنیا تعریف کرے گی۔ محمد کے معنی ہیں بہت تعریف کیا ہوا۔ حضور ﷺ کی تعریف ہر طرح ہوتی ہے۔ آپ کے عقائد کی تعریف' اعمال کی تعریف' اخلاق کی تعریف' حسن و جمال کی تعریف' حلم و علم کی تعریف اور عدل و کرم کی تعریف غرضیکہ ہر وصف کی تعریف ہوتی ہے۔ اسی طرح فرش پر' عرش پر' مقامِ محمود میں اور کوثر پر ہر جگہ تعریف ہوتی ہے اور تعریف کرنے والوں میں انسان و حیوان' جن و ملائکہ' شجر و حجر' بحر و بر اور کوہ و جبل وغیرہ سب شامل ہیں۔

❻ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ حضور علیہ السلام کو باپ کہہ کر پکارے۔ قرآن کریم فرماتا ہے ﴿لا تجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا﴾ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن القاب سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں ان القاب سے رسول اللہ ﷺ کو نہ پکارا جائے یعنی ابا' بھائی' چچا وغیرہ کہہ کر نہ پکارو۔ نیز باپ کی میراث کا حق دار بیٹا ہوتا ہے مگر حضور علیہ السلام کی نہ تو نرینہ اولاد حیات رہی اور نہ ہی کوئی حضور ﷺ کی میراث پائے گا۔ اسی طرح باپ کی گواہی اولاد کے حق میں قبول ہی نہیں اور حضور ﷺ امت کے گواہ ہیں ﴿ویکون الرسول علیکم شھیدا﴾ اس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام مردوں کے والد نہیں۔ یہ ظاہری احکام تھے

وگرنہ حقیقت میں تو تمام دنیا کے باپ ان کے قدم مبارک پر قربان۔

نبی امت کے لیے حکمی والد ہوتے ہیں اسی لیے ان کی ازواج امت پر حرام ہیں۔ اب آیہ مذکورہ بالا کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے نبی ﷺ جسمانی حیثیت سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ ہاں روحانی حیثیت سے خاتم النبیین ہیں یعنی روحانی والد۔ اسی لیے آپ کی نرینہ اولاد باقی نہ رکھی گئی کہ اگر رہتی تو نبی ہوتی۔ نیز نبی کی میراث اسی لیے تقسیم نہیں ہوتی کہ اگر دی جائے تو قیامت تک کے مسلمانوں کو دی جاتی تھی اور یہ غیر ممکن ہے۔ حضور ﷺ پر زکوۃ واجب نہیں کیونکہ زکوۃ اولاد کو دینا جائز نہیں اگر مسلمانوں کو زکوۃ دیں تو وہ حکمی اولاد ہیں اور اگر کفار کو دیں تو وہ زکوۃ کے مصرف نہیں۔

ختم کے معنی مہر یا انتہا کے ہیں۔ مہر بھی آخر میں لگتی ہے۔ نیز مہر لگنے کے بعد کوئی چیز پارسل وغیرہ میں نہیں داخل ہو سکتی۔ حضور ﷺ کائنات کا مقصود ہیں اور مقصود شے کے وجود کا سبب ہوتا ہے مگر وجود میں شے کے بعد ہوتا ہے جیسے جلوس تخت کے لیے یا پھول درخت کے لیے۔ اسی لیے حضور ﷺ اول بھی ہیں اور آخر بھی ﴿ھو الاول ھو الاخر﴾ نیز متغیر شے کی انتہا ضروری ہے جیسے بڑھاپا جسم انسانی کے لیے۔ نبوت انبیاء میں منتقل ہوتی رہی لیکن اس کی انتہا حضور علیہ السلام پر ہوگئی۔
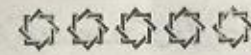
تمام ائمہ وخطباء سے پرزور اپیل ہے کہ اپنے خطبہ جمعہ اور دروس میں مسئلہ ختم نبوت اور رد قادیانیت کو زیادہ سے زیادہ موضوع بنائیں۔

متنبئ قادیان اور صوفیاء کرام

شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی

علامہ رضوی اس عظیم دینی وعلمی گھرانے کے چراغ تھے جس پر مسلمانان پاک وہند کو ہمیشہ ناز رہے گا۔ آپ کے دادا جان حضرت سید دیدار علی شاہ، تایا جان حضرت سید ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور والد محترم حضرت سید ابوالبرکات سید احمد قادری کی دینی وملی خدمات کے اپنے بیگانے سب معترف ہیں۔ اس خاندان ذی شان کی تحریک پاکستان، تحریک آزادی کشمیر، تحاریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی ﷺ کے لئے گرانقدر خدمات ہیں۔ اس خاندان کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل ہے کہ مجدد وقت اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے تین خلافتیں اس خاندان کے درج بالا تین افراد کو عطا فرمائیں۔

مولانا محمود احمد رضوی دقیق النظر محدث، نکتہ رس فقیہ، صاحب طرز ادیب اور قادر الکلام خطیب تھے۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت 1974ء میں کل جماعتی مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ 1981ء تا 1984ء اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور کئی سال رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔

علامہ رضوی نے والد گرامی علامہ ابوالبرکات کے وصال کے بعد اپنی تمام تر توانائیاں دارالعلوم حزب الاحناف کی آبیاری کے لئے وقف کر دیں۔ آپ کی تصانیف میں فیوض الباری شرح بخاری، بیعت رضوان، باغ فدک، اسرار مذہب شیعہ، حدیث قرطاس، فتنہ قادیان اور ختم نبوت وغیرہ شامل ہیں۔

دارالعلوم حزب الاحناف جو نصف صدی سے زائد علم وعمل کا آفتاب وماہتاب بنا رہا آج اپنے عظیم محسن وباغبان کے وصال کے بعد نوحہ کناں ہے۔ آج دارالعلوم حزب الاحناف کے در و دیوار اس ”مرد قلندر“ کی راہ تک رہے ہیں جو اس کی علمی وروحانی رونقیں بحال کرے۔ آج سید دیدار علی، علامہ ابوالحسنات وابوالبرکات اور سید محمود احمد رضوی کی روحیں اپنے اس حقیقی جانشین کو ڈھونڈ رہی ہیں جو حزب الاحناف کو ”دارالعلوم“ بنائے نہ کہ.........

مرزائیوں نے مرزا قادیانی کی غیر تشریعی نبوت ثابت کرنے کے لیے بعض اکابر صوفیاء کرام مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعرانی علیہ الرحمہ کی عبارات سے استدلال کیا ہے۔ تحقیق مقام کے لیے ہمیں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے دعاوی نبوت پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مرزا کے عجیب متضاد بیانات ہیں۔ کہیں تو مرزا اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی قرار دیتا

ہے اور کہتا ہے کہ جس جس جگہ میں نے نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے وہ صرف ان معنوں میں ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ ہی میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اسی کا نام پا کر اسی کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ ان ہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں انہیں معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا[1] اس عبارت میں مرزا نے صاف لفظوں میں غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اب اس کے خلاف نبوت تشریعی کا دعویٰ ملاحظہ فرمائیں۔ اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ کہ ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔[2] اس عبارت میں مرزا نے کھلے لفظوں میں اپنے آپ کو صاحب الشریعۃ کہا ہے۔ مرزا قادیانی کہیں سرے سے مکر جاتا ہے اور کہیں اپنے ہاتھ سے اپنی نبوت کا صفایا کر دیتا ہے۔ ایک اور جگہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ بحکم خدا کیا گیا ہے۔[3]

لاہوری مرزائی عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے مرزا قادیانی کی وہ عبارتیں پیش کر دیتے ہیں جن میں نبوت کا انکار معلوم ہوتا ہے اور قادیانی مرزائی عوام کو بہکانے کے لیے غیر تشریعی نبوت والی عبارتیں دکھا دیتے ہیں۔ مرزائی اگر مرزا قادیانی کو سچا سمجھتے ہیں تو قطعی طور پر اسے صاحب الشریعۃ نبی مانتے ہوں گے کیونکہ اربعین کی درج بالا عبارت میں مرزا نے غیر مبہم طور پر اپنے آپ کو

---

[1] ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ:۴ [2] اربعین:۴، صفحہ:۷۰۶ [3] ازالہ اوہام، صفحہ:۱۷۴

صاحب الشریعۃ قرار دیا ہے۔

ختم نبوت کے دلائل سے تنگ آ کر قادیانی مرزائی اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ مرزا غیر تشریعی نبی ہے۔ صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے غیر تشریعی جاری ہے۔ نبوت کی دو قسمیں تشریعی و غیر تشریعی جن معنوں میں مرزائیوں نے بیان کی ہیں وہ قرآن و حدیث اور دلائل شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جو صاحب الشریعۃ نہ ہو۔ مرزائیوں کی اس تقسیم کے دعویٰ کی دلیل میں نہ کوئی قرآن کی آیت ہاتھ آئی نہ کوئی حدیث البتہ حضرات صوفیائے کرام مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی کی بعض عبارات سے انہوں نے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

اول تو مرزائیوں کو شرم و حیا سے کام لینا چاہیئے کہ جن صوفیائے کرام کو مرزا نے ملحد اور زندیق قرار دیا ہے انہیں کے اقوال و عبارات کو وہ مرزا کی نبوت کی دلیل میں پیش کر رہے ہیں ملاحظہ ہو "رسالہ تحریر اور خط"۔ مرزا نے ابن عربی علیہ الرحمۃ کو وحدت الوجود کا حامی بتایا اور وحدت الوجود کے قائلین کو ملحد اور زندیق کہا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم ان حضرات صوفیاء کرام کی عبارات پیش کر کے اس مسئلہ کو واضح کریں اور مرزائیوں کی افترا پردازی کا جواب لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر صوفیاء کے مسلک اور ان کے مقصد کو وضاحت سے بیان کر دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صوفیاء کرام کی مقدس جماعت کا کام صرف یہ ہے کہ وہ تزکیہ باطن اور صفائی قلب کے بعد اپنے دل و دماغ اور روح کو انوار معرفت سے منور کریں اور فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر خدائے تعالیٰ کی معرفت اور اس کا قرب حاصل کریں۔ ظاہر ہے کہ یہ فیوض و برکات اور انوار و کمالات آفتاب نبوت ہی کی شعاعیں ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کی نبوت اور رسالت ہی کا فیض ہیں۔ اگر بارگاہ نبوت سے کسی کو فیض نہ پہنچے اور آفتاب نبوت کی شعاعیں کسی کے دل نہ چمکائیں تو اس کو ہرگز کوئی فضل و کمال حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی نور پیدا ہو سکتا ہے۔ ہر فضل

وکمال کا سرچشمہ صرف نبوت اور رسالت ہے۔

اس مقام پر شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو گئی اور آپ نے باب نبوت کو مسدود فرما دیا تو شاید وہ تمام فیوض و برکات بھی بند ہو گئے جو بارگاہ نبوت سے وابستہ تھے اور نبوت کا دارومدار بند ہو جانے کی وجہ سے کسی کو مقام نبوت سے کس قسم کا کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا۔ اگر یہ صحیح ہو اور ختم نبوت کا یہی مفہوم لیا جائے کہ نبوت کا دارومدار بند ہو جانے سے مقام نبوت کے تمام فیوض و برکات بند ہو گئے تو صوفیاء کرام کا ریاضت و مجاہدہ، صفائی باطن اور تزکیہ نفس کر کے مقام نبوت کے تمام فیوض و برکات اور آفتاب رسالت کے انوار سے مستفیض ہونے کی امید رکھنا بھی لغو و بے معنی ہو گا۔ اس طرح صوفیاء کرام کے تمام سلسلہ تصوف اور جدوجہد سب بیکار اور لغو ہو جائے گی۔ اس شبہ کو دور کرنے اور مقصد تصوف کو کامیاب بنانے کے لیے صوفیاء کرام کا فرض تھا کہ وہ یہ بتائیں کہ ختم نبوت کے یہ معانی نہیں ہیں کہ تمام نبوت اس طرح ختم ہو گیا کہ اب کسی کو کوئی فضل و کمال نبوت کے دروازہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ شبہ وسوسۂ شیطانی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فیضان نبوت جاری ہے اور ہر صاحب فضل و کمال کو اس کی استعداد کے موافق جو کمال ملا ہے یا ملے گا اس کا سرچشمہ مقام نبوت ہی ہے۔ ختم نبوت کے معانی صرف یہ ہیں کہ کسی کو امر و نہی کے ساتھ مخاطب نہیں کیا جائے گا اور شریعت نہیں دی جائے گی۔ نبوت شریعت ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی امر و نہی سے مخاطب نہ فرمایا ہو۔ ارشاد ربانی ہے کہ ﴿فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين﴾ ہر نبی تبشیر اور انذار پر مامور ہوتا ہے اور یہی شریعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ مقام نبوت کے فیوض و برکات بند ہو گئے۔ لیکن فیوض و برکات نبوت جاری ہونے کا یہ مطلب لینا بھی بالکل غلط اور باطل ہے کہ فیضان نبوت سے کوئی نبی بن سکتا ہے۔ تمام عالم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمتوں سے مستفید ہو رہا ہے اور بارگاہ الوہیت سے ہر قسم کے فیوض و برکات بندوں کو حاصل ہو رہے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان فیضان الوہیت سے الوہیت کا درجہ

بھی پا سکتے ہیں۔

حضرات صوفیائے کرام نے اپنی عبارات میں غیر مبہم طور پر اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ فیضان نبوت جاری ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں کہ نبوت اور شریعت جاری ہے بلکہ امر و نہی کا دروازہ قطعاً مسدود ہو چکا ہے۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بات کا امر فرمایا ہے یا کسی نہی سے مخاطب کیا ہے تو ایسا شخص مدعی نبوت و شریعت ہے۔ اگر وہ احکام شرع کا مکلف ہے تو ہم ایسے شخص کی گردن ماریں گے۔

﴿فان قال ان الله امرني بفعل المباح قلنا له لا يخلوان يرجع ذالك المباح واجبا في حقك او مندوبا و ذالك عين نسخ الشرع الذي انت عليه حيث صيرت بالوحي الذي زعته المباح الذي قرره للشارع مباحا كما كان يعصي العبد بتركه وان ابقاه مباحا كما كان في الشريعة فاي فائدة لهذا الامر الذي جاء به ملك وحي هذا المدعي﴾[1]

اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مباح کام کا امر فرمایا، تو ہم اسے کہیں گے کہ یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ یہ کہ جس مباح کام کا اللہ تعالیٰ نے تجھے امر فرمایا ہے وہ تیرے حق میں واجب ہو گا یا مندوب۔ یہ دونوں صورتیں اس شریعت کے حق میں ناسخ قرار پائیں گی جس پر تو قائم ہے۔ اس لیے کہ جس کام کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباح رکھا تھا تو نے اسے اپنی وحی مزعوم کے ساتھ مامور بہ یعنی ضرورت اور واجب (یا مستحب) قرار دے دیا جس کے ترک سے بندہ گناہ گار یا تارک افضل ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس امر مباح کو تیرے حق میں مباح ہی رکھا جیسا کہ وہ شرعاً پہلے ہی مباح تھا تو تیری اس وحی اور امر سے کیا فائدہ ہوا؟

اس کے بعد امام شعرانی فتوحات مکیہ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل

[1] الیواقیت الجواھر، جلد ۲، صفحہ ۳۴

فرماتے ہیں ﴿وقال الشیخ ایضاً فی الباب الحادی والعشرین من الفتوحات من قال ان اللہ تعالیٰ امرہ بشیء فلیس ذالک بصحیح انما ذلک تلبیس لان الامر من قسم الکلام وحفتہ وذالک باب مسدود دون الناس﴾ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ علیہ فتوحات مکیہ کی اکیسویں فصل میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی امر فرمایا ہے تو یہ ہرگز صحیح نہیں۔ یہ تلبیس ابلیس ہے اس لیے کہ امر کلام کی قسم سے ہے اور یہ دروازہ لوگوں پر بند ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں ﴿فقد بان لک ان ابواب الامر الالھیۃ والنواھی قد سدت وکل من ادعاھا بعد محمد ﷺ فھو مدع شریعۃ اوحی بھا الیہ سواء وافق شرعنا او خالف فان کان مکلفا ضربنا عنقہ والا ضربنا عنہ صفحا﴾ یہ بات تم پر بخوبی واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد جو شخص بھی اس امر کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم امر ونہی پہنچا ہے وہ مدعی شریعت ہے۔ جن اوامر ونواہی کا وہ مدعی ہے وہ ہماری شرع کے موافق ہوں یا مخالف وہ بہر کیف مدعی شریعت ہی قرار پائے گا۔ اگر وہ عاقل وبالغ ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے ورنہ اس سے پہلو تہی کریں گے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی کی ان تصریحات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ جو شخص اس امر کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امر ونہی کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے وہ مدعی شریعت ہے نیز یہ کہ حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک شریعت کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر ونہی ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ اب مرزا قادیانی کی تصریحات سامنے رکھ کر یہ دیکھ لیجیے کہ وہ من جانب اللہ امر ونہی پانے کا مدعی ہے یا نہیں؟

اربعین کی عبارت ہم تفصیل سے نقل کر چکے ہیں جس میں مرزا نے کہا یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون

مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔

مرزا کی اس عبارت سے دو باتیں بالکل واضح ہوگئیں۔ ایک یہ کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی نے شریعت کے جو معانی بیان فرمائے ہیں مرزا نے ان پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ دوسری یہ کہ مرزا قادیانی حضرات صوفیاء کرام اور خود اپنی تصریح کے مطابق مدعی شریعت ہے۔

میں مرزائیوں سے دریافت کرتا ہوں جنہوں نے شیخ محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی کی تصانیف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان حضرات کے نزدیک نبوت تشریعی ختم ہوگئی ہے اور غیر تشریعی جاری ہے لہٰذا مرزا غیر تشریعی نبی ہونا درست ہوگیا۔

خود مرزا قادیانی جو قادیانیوں کا غم خوار ہے اور جس کی نبوت غیر تشریعی کی خاطر قادیانیوں نے پاپڑ بیلے ہیں اس نے بھی مرزائیوں کا ساتھ نہیں دیا اور بول اٹھا کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی اور اس طرح میں صاحب شریعت ہوں۔ گویا مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے۔

قارئین کرام! آپ نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ نبوت تشریعی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے امر ونہی پانا چونکہ وحی منجانب اللہ تعالیٰ امر ونہی کے ساتھ مخاطب ہونا ہے اس لیے ہر نبی تشریعی ہوتا ہے۔ اب اس کے بالمقابل نبوت غیر تشریعی کے معانی اس کے سوا اور کچھ نہیں رہتے کہ من جانب اللہ امر ونہی کا خطاب پانے کے علاوہ جس قدر فضائل وکمالات ہیں مثلاً ولایت، قطبیت، غوثیت، عرفان، قرب الٰہی اور مدارج سلوک وغیرہ انوار وبرکات نبوت غیر تشریعی ہیں اور ان سب کا سرچشمہ مقام نبوت ہی ہے۔

اگر صوفیاء نے یہ کہہ دیا کہ نبوت غیر تشریعی ہے یعنی نبوت کے فیوض وبرکات بند نہیں ہوئے اور امت مسلمہ انوار وبرکات نبوت سے فیضیاب ہو رہی ہے تو یہ قول اپنے مرادی معنی کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔

مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ہم مرزا کو غیر تشریعی نبی مانتے ہیں۔ مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینا ہے۔

مرزا نے اپنے دعوے کے منکرین کو جہنمی، نا مسلمان اور غیر ناجی کافر قرار دیا ہے۔ مرزا نے کہا

● ـــــ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ ۱

● ـــــ جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ ۲

● ـــــ (اے مرزا) جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ خدا رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ ۳

● ـــــ خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے اس (میری وحی) کو مدار نجات ٹھہرایا۔ ۴

ان عبارات میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے منکرین کو کافر و جہنمی قرار دیا۔ اب مرزا کی اس عبارت کو بھی پڑھ لیجیے تو نتیجہ آپ کے سامنے ہوگا کہ "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث گزرے ہیں وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"۔ ۵

مرزا اپنے منکرین کو کافر کہہ رہا ہے اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ صرف اس نبی کا منکر کافر ہوتا ہے جو شریعت اور احکام جدیدہ لائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی خود احکام جدیدہ اور شریعت کا مدعی ہے۔

قارئین کرام! از راہِ انصاف بتائیں کہ مرزا کی نبوت تشریعی کے دعوے میں اب بھی کچھ کلام کی گنجائش ہے؟ پھر مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مرزا غیر تشریعی نبوت کا مدعی ہے سراسر دجل و فریب نہیں تو کیا ہے؟

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

۱ حقیقۃ الوحی، صفحہ: ۱۶۳ — ۲ ایضاً — ۳ معیار الاخیار، صفحہ: ۸

۴ اربعین، جلد: ۴، صفحہ: ۷ — ۵ تریاق القلوب، صفحہ: ۳۲۵

نانوتوی مرزا گٹھ جوڑ

مولانا ناظم علی مصباحی

قرآن کریم کی صریح و قطعی نصوص اور احادیث کثیرہ متواتر المعنی اور اجماع امت سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ حضور اقدس سید عالم ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی اور رسول مبعوث نہ ہوگا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ایک سوتیں احادیث کریمہ اور تیس ارشادات علماء سے اس مسئلہ کو عرش تحقیق تک پہنچا کر انکار ختم نبوت کی ساری جڑیں کاٹ کر رکھ دیں اور یہ روشن فرمایا کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا ایسا قطعی، یقینی اور غیر متزلزل ہے جو ہر طرح کی تاویل اور تقیید و تخصیص سے پاک ہے۔ اس میں ادنیٰ شک و شبہ کی بھی گنجائش نہیں۔ اس محکم، یقینی اور قطعی عقیدہ کا انکار کرنے اور اس میں شک کو راہ دینے والا کھلا کافر ہے کہ ﴿من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر﴾ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے کتاب الاقتصاد میں فرمایا ﴿ان الامت فھمت من ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص کلامہ من انواع الھذیان لا یمنع بتکفیرہ لانہ یکذب بھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر موول ولا مخصوص﴾ یعنی اس میں شک نہیں کہ امت نے خاتم النبیین کا معنی یہ سمجھا کہ حضور ﷺ کے بعد کبھی بھی کوئی نبی و رسول نہ ہوگا۔ یہ ہر طرح کی تاویل اور تخصیص سے پاک ہے۔ اگر اس میں کوئی تاویل اور تخصیص کرے تو وہ ہذیان کی قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی امر مانع نہیں کیونکہ وہ قرآن پاک کی اس نص کو جھٹلا رہا ہے، جس کے بارے میں اجماعی فیصلہ ہے کہ وہ تاویل اور تخصیص سے دور رفتہ ہے۔

اس اجماعی وقطعی عقیدہ کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی نے 1902ء میں قادیان ہندوستان میں نبوت کا دعویٰ کیا اور خود کو نبی ورسول کہا اور اپنی کتاب "براہین غلامیہ" کو کلام عزوجل قرار دیا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کرنے کے لیے بہت سے مراحل طے کیے۔ پہلے مجدد بنا' جیسا کہ خود لکھتا ہے:

"اس عاجز کو دعوائے مجدد ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارھواں برس جاتا ہے"۔[1]

"میں مہدی ہوں"۔[2]

پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا انکار کیا جب کہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آپ زندہ ہیں اور چوتھے آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں۔ آپ قتل ہوئے ہیں نہ آپ کو سولی دی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن عظیم کا ارشاد ہے ﴿وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ﴾[3]

پھر مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا یعنی احادیث کریمہ میں جس عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں۔ اب کہاں "مرزا دجال" اور کہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ جھوٹا مسیح دجال تو ہو سکتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف مجدد اور مہدی نہ بنا بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ اللہ کی ذات اس میں حلول کر آئی ہے۔ جیسا کہ کہتا ہے ﴿ورایتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو﴾[4] "میں نے خواب میں خود کو ہو بہو اللہ دیکھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں خود اللہ ہوں"۔ مزید اس نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا ﴿انت بمنزلۃ ولدی﴾ تم میرے بیٹے کے قائم مقام ہو۔[5]

پھر اس نے آخر میں اپنے نبی ہونے کے لیے خدائی الہامات اختراع کیے اور خود کو اللہ کا نبی ورسول گمان کیا جیسا کہ کہتا ہے کہ "خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا

[1] نشان آسمانی' صفحہ: ۳۴ [2] معیار الاجتہاد' صفحہ: ۱۱ [3] سورۃ نساء: ۱۵۷

[4] آئینہ کمالات اسلام' صفحہ: ۵۶۴ [5] حقیقۃ الوحی' صفحہ: ۶

ہے اور نبی بھی"۔[1]

نیز یہ کہا "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے"۔[2]

نیز یہ کہا "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"۔[3]

نیز یہ کہا "میں احمد ہوں جو آیت ﴿مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد﴾ میں مراد ہے"۔[4]

نیز یہ کہا "خدا تعالیٰ قادیان کو اس طاعون کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا' کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے"۔[5]

مرزا مسیحیت ویہودیت کی پشت پناہی سے منصب نبوت حاصل کرنے میں کامیاب تو ہو گیا مگر امت مسلمہ کے اعتقاد میں چونکہ یہ عقیدہ راسخ تھا کہ حضور ﷺ خاتم النبیین بہ معنی آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی دوسرا نبی اور رسول نہ آئے گا۔ آپ پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس لیے اس راسخ عقیدہ کو متزلزل کرنے کے لیے خاتم النبیین کا ایسا معنی اختراع کیا جس سے دعویٰ نبوت کی راہ ہموار ہو اور ہم نواؤں کی ایک عظیم جماعت تیار ہو جیسا کہ خاتم النبیین کے اختراعی معنی کی توضیح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "نبی کریم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی صاحب الختم ہیں اور کوئی شخص آپ کی انگوٹھی (خاتم) سے کسب فیض کیے بغیر نعمت وحی سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ امت محمد یہ مکالمہ ومخاطبۂ ربانی کے شرف سے کبھی محروم نہ ہوتی کیونکہ ختم کرنے والے صرف آپ ہیں۔ آپ کی انگوٹھی ہی سے حصول نبوت ممکن ہے۔ اس لیے کہ ہونے والے نبی کا امت محمدی میں سے ہونا ضروری ہے"۔[6]

[1] براہین احمدیہ [2] تتمہ حقیقۃ الوحی' صفحہ: ۶۸ [3] دافع البلاء' صفحہ: ۲۶

[4] ایک غلطی کا ازالہ' صفحہ: ۶۷۳ [5] دافع البلاء' صفحہ: ۱۰ [6] حقیقۃ الوحی' صفحہ: ۲۷

ایک دوسری جگہ مزید لکھتا ہے: ''اگر میں آپ کی امت سے نہ ہوتا اور آپ کے طریقے کی پیروی نہ کرتا تو مکالمۂ ربانی سے مشرف نہ ہوتا' اگرچہ میرے اعمال پہاڑ کے برابر ہوتے' اس لیے کہ نبوت محمدی کے سبب سب نبوتیں منقطع ہو چکی ہیں۔ لہٰذا آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہ ہوگا البتہ غیر تشریعی نبی آسکتے ہیں مگر ان کا آپ کی امت میں سے ہونا ضروری ہے''۔[1]

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے صرف مجدد و محدث اور مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ خدائی الہامات اختراع کر کے خاتم النبیین کے ایک ایسے معنی کی بھی توضیح کی جس سے اس کے دعویٰ نبوت کی راہ ہموار ہو سکے اور اس کے ناپاک منصوبہ کو فروغ حاصل ہو۔ نبی پاک ﷺ کے بعد اس کا نبی و رسول ہونا ممکن ہو اور امت مسلمہ کے اذہان سے ختم نبوت کا اجماعی و قطعی عقیدہ محو اور زائل ہو جائے۔

یہی فریضہ مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے انجام دیا تھا کہ انہوں نے خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا عوامی خیال بتایا اور اس یقینی اور قطعی عقیدہ کو مختلف وجوہ سے رد کر کے حضور اقدس ﷺ کے بعد دوسرا نبی ہونا جائز و ممکن کہا۔ نانوتوی صاحب نے نبوت کا دروازہ تو کھولا مگر اس میں داخل نہ ہو سکے۔ مگر مرزا قادیانی کافی باہمت ثابت ہوا اس نے نبوت کا دروازہ کھولا اور داخل بھی ہوا' یہاں تک کہا کہ ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں''۔[2]

مولوی یوسف لدھیانوی دیوبندی نے قادیانیت کا رد کرتے ہوئے جو وضاحت کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ نانوتوی اور مرزا دونوں اس بارے میں متحد ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں بلکہ کھلا ہوا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں ''قادیانی مرزائی کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں' نہ یہ کہ آپ (ﷺ) کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ آئندہ حضور ﷺ کی مہر سے ہی نبی بنا کریں گے''۔[3]

---

[1] التجلیات الالٰہیات صفحہ: ۲۴ — [2] بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء

[3] تحفظ ناموس رسالت اور گستاخ رسول کی سزا' صفحہ: ۳۹۲

مجھے سخت حیرت ہے کہ قادیانی سے پہلے نانوتوی نے نبوت کا دروازہ کھولا اور خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا عوام کا خیال بتایا اور صاف اور کھلے لفظوں میں یہ کہا کہ: ''اگر حضور کے زمانے میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے' بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔[1] مجھے بتایا جائے کہ ''بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔ قادیانی بعد زمانہ نبوی ہی پیدا ہوا اور خود کو نبی و رسول کہا تو مرزا قادیانی کی تکفیر کی گئی مگر نانوتوی کی تکفیر کیوں نہ کی گئی اور نہ کی جا رہی ہے؟ جب کہ خاتم النبیین کا معنی وہ یہی کہتا ہے کہ آپ نبی بالذات ہیں باقی انبیاء کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے۔ نانوتوی صاحب نے صاف لفظوں میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور اسے عوامی خیال بتایا اور یہ کہا کہ ''تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''۔ کیا اس اجماعی اور قطعی عقیدہ کا انکار کفر نہیں؟ ہے اور ضرور ہے تو پھر زبانیں کیوں خاموش ہیں اور ان کی تکفیر کیوں نہ کی گئی جب کہ ان کی عبارت معنی کفر میں صریح و واضح اور متعین ہے۔ جس کی تاویل تاویل نہیں بلکہ ان کے کلام کا مسخ اور اس کی تحریف و تبدیل ہے جو نانوتوی صاحب کو قطعاً پسند نہیں کہ ان کی واضح مراد کے خلاف ہے۔ حاصل یہ کہ قادیانی سے پہلے نانوتوی نے ایک اجماعی عقیدہ پر سخت حملہ کیا اور قادیانی نے نانوتوی کی نہ صرف تائید و حمایت کی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر خود نبی و رسول بن بیٹھا۔ مگر نبوت کا دروازہ کھولنے میں دونوں برابر بلکہ اس (نانوتوی) نے پہلے کھولا اس لیے اس کی بھی تکفیر لازم تھی جیسا کہ علمائے اہل سنت نے اس کی واضح تکفیر کی۔

قادیانی نے صرف خدائی الہامات کے ذریعہ کھل کر اپنے نبی و رسول ہونے ہی کا دعویٰ نہ کیا بلکہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سخت گستاخیاں اور بدزبانیاں کیں۔ جب کہ کسی نبی کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے کیونکہ ہر نبی و رسول کی تعظیم اصول دین اور فرائض ایمان

---

[1] تحذیر الناس' صفحہ: ۲۸

سے ہے جیسا کہ گستاخ ودریدہ دہن کہتا ہے کہ:"آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے"۔ [1]

اس گستاخ رسول نے یہ بیہودگی بھی کی کہ:"مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ پیو' شرابی' کبابی' نہ زاہد عابد' نہ حق کا پرستار' خود بین' خدائی کا دعویٰ کرنے والا"۔ [2]

یہ خبیث جرأت وجسارت آپ اور آپ کی دادی ونانی کے ساتھ بھی کی جیسا کہ یہ دریدہ دہن' شتر بے مہار ومطلق العنان سخت گالیاں دیتے ہوئے کہتا ہے کہ:"آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں' جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا"۔ [3]

امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ کوئی غیر نبی' نبی سے افضل نہیں ہو سکتا مگر مرزا نے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا اور بہت سارے انبیاء کرام ومرسلین عظام کی شان میں سخت گستاخیاں اور بد زبانیاں کیں۔ ان کی بڑھ چڑھ کر اہانتیں کیں اور ان پر اپنی فضیلت بھی ظاہر کی' جیسا کہ لکھتا ہے کہ:"میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں"۔ [4] مزید لکھا

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے [5]

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

جب اس گستاخِ رسول' منکرِ ختم نبوت' مدعی مثیل عیسیٰ سے مواخذہ کیا گیا کہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے جیسا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو کہاں ہیں وہ ظاہر نشانیاں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے جیسا کہ مردوں کو زندہ کرنا' مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور مٹی سے پرندے کی شکل بنانا پھر اس میں پھونک مار کر اللہ کے حکم سے اڑتا پرندہ کرنا' تو اس نے جواب دیا کہ عیسیٰ یہ کام مسمریزم سے کرتے تھے۔ (مسمریزم انگریزی زبان میں ایک قسم کا شعبدہ ہے۔) [6]

---

[1] ضمیمہ انجام آتھم' صفحہ:۷ [2] مکتوبات احمدیہ ۳/۲۱ [3] ضمیمہ انجام آتھم' صفحہ:۷

[4] معیار الاخیار [5] اخبار بدر [6] المستند المعتمد' صفحہ:۳۹۹

مزید اس نے معجزات کو مکروہ وناپسند قرار دے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت شان کرتے ہوئے یہ کہا کہ:"اگر اس قسم کے معجزات (معجزات عیسیٰ) کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا"۔ [1]

ایک اور جگہ یہ کہا کہ"غیبی خبروں میں جھوٹ کا ہونا نبوت کے منافی نہیں' اس لیے کہ بے شک یہ چار سو نبیوں کی خبروں میں ظاہر ہوا اور سب سے زیادہ جن کی خبریں جھوٹی ہوئیں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔ واقعۂ حدیبیہ کو انہیں جھوٹی خبروں میں شمار کیا اور یہ تصریح کی کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں اور کہا بلکہ بہت سے دلیلیں ان کے نبوت کے ابطال پر قائم ہیں۔ [2]

ان حقائق کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی نے صرف مجدد' مہدی اور محدث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار بھی کیا ہے۔ بعض انبیائے سے خود کو افضل کہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو مکروہ اور مسمریزم کہا' آپ کی شان رفیع میں سخت دشنام طرازیاں کیں' آپ کی دادیوں اور نانیوں کو زنا کار کہا اور نبی پاک ﷺ کے بعد صاف وصریح الفاظ میں خود کو نبی ورسول کہا۔ آیت کریمہ ﴿ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد﴾ کا خود کو مصداق قرار دیا اور اس کے علاوہ بے شمار کفریات بکے جس کے سبب علمائے اسلام نے اس کی تکفیر کی اور اسے خارج از اسلام قرار دیا۔ اکابرین امت نے مرزا قادیانی کو ایسا کافر و مرتد کہا ہے کہ اس کے کفر وارتداد پر مطلع ہونے کے بعد اگر کوئی اس کے کافر و مرتد ہونے میں ادنیٰ شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ"قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ ﴿من شک فی کفره وعذابه فقد کفر﴾ اسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان جاننا تو درکنار جو اس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے تو وہ خود کافر مرتد ہے"۔ [3]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام قادیانی اپنے ان اقوال ملعونہ کے سبب ایسا کافر و مرتد ہے

---

[1] ازالہ اوہام' صفحہ:۱۱۶ [2] المستند المعتمد' صفحہ:۲۰۰ [3] فتاویٰ رضویہ' ۵/۳۴۴

کہ اس کے کفر وارتداد پر آگاہ ہونے کے بعد اگر کوئی اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے اور تمام علمائے اسلام نے یہی فتویٰ دیا ہے۔ آج قادیانیت کا فتنہ کچھ کم نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں اس فتنہ کا جال پھیلا دیا گیا ہے ۔ آج جگہ جگہ قادیانیت کے مراکز قائم ہیں اور M.T.V کے نام سے ایک پورا ٹی وی چینل قادیانی تعلیمات کے فروغ کے لیے وقف کر دیا گیا ہے جس سے ہمہ وقت مرزائیت' قادیانیت کی تبلیغ وتشہیر ہو رہی ہے۔ ہمارے اسلاف واکابر نے قادیانیت کی بیخ کنی کے لیے پوری کوشش صرف فرمائی اور اپنی تحریروں' تقریروں اور تبلیغوں میں قادیانیوں کے باطل عقائد کو خوب خوب واضح فرمایا۔

آج جب کہ قادیانیت نے امت مسلمہ کے عقیدہ وایمان کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے ٹی وی چینل کا سہارا لے لیا ہے اور امت مسلمہ کے راسخ عقیدہ کو متزلزل کرنے اور قادیانیت کو فروغ دینے کے لیے خود کو منظم کر لیا ہے اور روز بروز فتنہ قادیانیت کی خوب اشاعت کی جا رہی ہے تو ایسی صورت حال میں داعیان اسلام کی اہم ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ فتنۂ قادیانیت کا بنظر غائر مطالعہ فرمائیں اور اس فتنہ کی بیخ کنی کے لیے ایسے موثر ذرائع کا استعمال کریں جس سے قادیانیوں کے مکروہ عزائم خاک میں مل جائیں اور حق کا پرچم لہرائے اور امت مسلمہ فتنۂ قادیانیت سے محفوظ وسالم رہے۔

اس کے لیے سرفہرست تجاویز یہ ہیں کہ مختلف ممالک کی زبانوں میں دیدہ زیب کتابت وطباعت کے ساتھ مدلل' مبرہن اور موثر مضامین پر مشتمل کتابیں شائع کی جائیں۔ عصری تقاضوں کے تحت شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اسلام دشمن عناصر کی سرکوبی کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال کر کے قادیانیت کو اس کے گھر تک اس طرح پہنچائیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے اور دوبارہ سر اٹھانے کی ہمت نہ کرے۔ آج ہمارا اسلام دشمن مخالف برسرپیکار ہے اور ہمارے عقیدہ وایمان کو ملیا میٹ کرنے پر مکمل آمادہ ہے۔ ایسے حالات میں اس فتنہ کے مقابلہ کے لیے ہمیں میدانِ عمل میں اترنا ہوگا اور اس کے خوابوں کا شیش محل مسمار کرنے کے لیے منظم طور پر سرگرم عمل ہونا ہوگا۔

ان اسباب کا جائزہ لیں کہ ایک داعی کے دعوت کے اصول اور اس کے بنیادی اجزا وعناصر کیا ہیں' جن سے عالم اسلام میں دعوت خوب عام ہو اور فتنوں کا قلع قمع ہو۔ نیز ہم غور کریں کہ دشمن کس طرح اپنے ناپاک ارادوں پر عمل پیرا ہو کر اپنے فتنوں کو عام کر رہا ہے۔ ان تمام چیزوں پر نہ صرف غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے بلکہ اس پر غور وفکر کر کے اسے عملی جامہ پہنانے کی بھی ضرورت ہے۔ آج ہمارے یہاں غور بہت ہوتا ہے مگر فکر کو منظم کر کے میدانِ عمل میں لانے کی کوشش کم ہی ہوتی ہے۔ شارع اسلام نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنے عہد میں ایسے اصول دعوت کو اختیار فرمایا جس سے پورا عالم اسلامی تعلیمات سے آشنا ہو گیا اور ایوان باطل میں زلزلہ آ گیا۔ اس دور میں آج کی طرح ذرائع ابلاغ وترسیل نہ تھے' الیکٹرانک میڈیا نہ تھا مگر پھر بھی اسلام کا اجالا گھر گھر پہنچا۔

آج کے دور میں علمائے اسلام وارثان علوم نبی اکرم ﷺ کے نائبین ہیں۔ ان کے اہم ترین ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس فتنے کی سرکوبی کے لیے تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دے کر جذبہ واخلاص کے ساتھ میدان میں اتریں اور بے لوث اسلام کی خدمت سرانجام دیں اور قادیانیت کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے ان کی اصلی تصویر پیش کریں۔ نیز جس مسیحیت ویہودیت کی پشت پناہی سے اس فتنہ نے سر اٹھایا اور پروان چڑھ رہا ہے انہیں اور ان کے ناپاک منصوبوں کو بھی پیش کریں۔ ان اسباب کو بھی مدنظر رکھیں کہ آخر وہ کیا اسباب وعلل ہیں جس کے سبب دشمن آگے بڑھ رہا ہے اور مذہب اسلام کو زک پہنچا رہا ہے۔ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے ﴿کلمة الله هی علیا﴾ اللہ کا کلمہ ہی سربلند رہے گا۔ ارشاد فرمایا ﴿یریدون ان یطفؤا نور الله بافواهم والله متم نوره ولو کره الکفرون﴾

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دار الافتاء

قادیانیوں کے ساتھ میل جول سے توبہ کے بعد الزام نہ دیا جائے

استفتاء

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ میں ایمان سے کہتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو پہلے قادیانی تھا اور نہ اب ہوں۔ (مرزا غلام) قادیانی پر لعنت کرتا ہوں۔ میں اہل سنت و جماعت ہوں۔ اگر کوئی شخص مجھ پر بعد توبہ کرنے کے الزام دے تو وہ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟ یا اگر میرا میل کسی وقت ان لوگوں سے کوئی ثابت کرے تو میں سب لوگوں کا مواخذہ دار ہوں گا۔ قادیانی کو کافر جانتا ہوں۔

گواہان: عبدالرحمٰن بقلم خود، مسیح اللہ بقلم خود، قادری حسین بقلم خود، امانت حسین بقلم خود، مولوی محمد رضا خاں بقلم خود، صادق حسین بقلم خود، محمد محسن بقلم خود، لیاقت حسین بقلم خود، فقیر محمد، حشمت علی خاں رضوی، فقیر ایوب علی رضوی بقلم خود، قناعت علی قادری رضوی بقلم خود۔

سائل

ولایت حسین ولد عبد الرحمن

از شہر عقب کوتوالی

۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

الجواب

اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور بعد توبہ کے گناہ باقی نہیں رہتا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں ﴿التائب من الذنب کمن لا ذنب له﴾[1] "گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں"۔ قادیانیوں کے ساتھ میل جول سے انہوں نے پہلے بھی ایک مجمع میں توبہ کی تھی اور آج پھر ایک مجمع کے ساتھ آئے جن کے دستخط اوپر ہیں اور دوبارہ توبہ کی۔ توبہ کے بعد ان پر بلاوجہ جو کوئی الزام رکھے گا وہ سخت گنہگار ہوگا اور توبہ کے بعد اگر پھر (مرزائیوں قادیانیوں سے) میل جول کریں گے تو ان پر گناہ عظیم کا بار ہوگا مگر بلاوجہ توبہ کے بعد الزام رکھنا سخت جرم ہے۔[2]

﴿واللہ تعالیٰ اعلم﴾

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

﴿بقیہ صفحہ:39﴾

لڑائی ہے۔ اسرائیل کا اصل نشانہ یہ مجاہدین نہیں بلکہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے۔ مجاہدین کے بعد ایٹمی پروگرام کی باری ہوگی۔ یہ بات اگر ارباب اختیار کو سمجھ آجائے تو انہیں کشمیری مجاہدین دہشت گرد نہیں بلکہ پاکستان کے محافظ نظر آئیں گے۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ صرف ہندوستانی رائے عامہ کو نہیں بلکہ مغربی اور مشرق وسطی کی رائے عامہ کو بھی کشمیر میں اسرائیلی عزائم سے خبردار کرے۔ اسرائیل کی کوئی بھی غلطی صرف اس خطے کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو ایک ایٹمی تصادم کی طرف دھکیل سکتی ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

[1] ابن ماجہ، صفحہ: ۳۲۳

[2] فتاویٰ رضویہ، جلد: ۱۴، صفحہ: ۳۸۳

بزمِ اطفال

☆ مسیلمہ کذاب نے شریعت اسلامیہ کے مقابلہ میں اپنے ماننے والوں کو کن کاموں کا حکم دیا؟

● مسیلمہ کذاب کے ماننے والوں کے لیے شراب حلال‘ زنا جائز‘ رمضان المبارک کے روزے منسوخ اور قبلہ کی کوئی سمت متعین نہیں تھی۔ اس کے علاوہ ان کے نزدیک نکاح بغیر گواہ جائز اور ختنہ کروانا فعلِ حرام تھا۔ سجاع بنت حارث سے نکاح کی خوشی میں مسیلمی پیروکاروں کو فجر اور عشاء کی نمازیں معاف کردی گئیں۔ مختصراً مسیلمہ کذاب نے اپنے ماننے والوں کو ہر ممکن طور پر فحاشی وعیاشی کی تمام سہولیات دیں۔

☆ مسیلمہ کذاب کی نام نہاد کرامتوں کا کیا انجام ہوا؟

● مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کے معجزات سُن رکھے تھے چنانچہ اس نے اپنی دکانداری چمکانے کے لیے انہیں افعال کا سہارا لیا۔ لیکن اللہ رب العزت نے اس کی تمام تدبیروں کو ہی الٹ دیا۔ جن افعال یا نشانیوں کو وہ اپنے حق میں لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا تھا وہ صریح طور پر اس کے خلاف ظاہر ہوئیں۔ مثلاً کنوؤں اور نخلستان میں برکت کی دعا کی تو کنوؤں کا پانی مزید کم ہوگیا اور نخلستان خشک ہوگئے۔ باغ میں برکت کی دعا کی تو اس کے تمام خوشے خشک ہو کر جھڑ گئے۔ جس بچے کی ٹھوڑی اور سر پر برکت کے لیے ہاتھ پھیرا اس کا چہرہ مسخ ہوگیا اور زبان میں لکنت پیدا ہوگئی۔ میٹھے کنویں میں برکت کے لیے اپنے منہ سے اس میں پانی ڈالا تو وہ سخت کھارا ہوگیا۔